خراجِ عقیدت

بہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

تھامس کارلائل
ڈاکٹر شبیر احمد بن عبدالرشید

تھامس کارلائل Thomas Carlyle ایک برطانوی باشندہ تھا۔ ۱۷۹۵ء میں پیدا ہوا اور ۸۶ برس کی عمر پا کر ۱۸۸۱ء میں وفات پا گیا۔

تھامس کارلائل نے ۸ مئی ۱۸۴۰ء کو ایڈنبرا کے وسیع شاہی ہال میں ایک طویل لیکچر دیا، جو صبح ۹ سے رات ۹ بجے تک جاری رہا۔ اس لیکچر کو سننے کے لئے ۵۰۰ سو کے قریب سامعین موجود تھے اور اس کی سحر انگیز خطابت کی وجہ سے سامعین دل جمعی کے ساتھ بیٹھے رہے۔ یہ لیکچر اردو میں بھی شائع ہو چکا ہے مگر فاضل مترجم کے بہ قول وہ اس کا ایڈٹ شدہ متن تھا، اب پہلی مرتبہ اس کا مکمل متن اردو میں پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ متن محترمہ نورا کارلائل کے توسط سے فاضل مترجم تک پہنچا ہے جو تھامس کارلائل کی پانچویں نسل سے تعلق رکھنے والی ایک برطانوی مسلم خاتون ہیں۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ محترمہ نورا کارلائل کے بہ قول تھامس کارلائل نے بہ وقت رخصت ۱۸۸۱ء میں اپنے تمام اہل خانہ کے سامنے کلمہ طیبہ پڑھ لیا تھا۔ ادارہ

صاحبو! اللہ تعالیٰ تھامس کارلائل پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔ بے شک وہ ایک سچا عاشق رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔ اس پائے کا فلسفی، مصنف اور ماہر سماجیات اور مؤرخ یورپ کی سرزمینوں نے کم ہی دیکھا ہے۔ اس کی چند ہی کتابیں ہیں لیکن لازوال ہیں۔ اس کی قابلیت کا عالم یہ تھا کہ اس کی شاہکار کتاب ''دی فرینچ ریوولیشن'' The Frech revolution کا مسودہ گھر کی خادمہ نے غلطی سے آتش دان میں پھینک دیا۔ کوئی اور ہوتا تو سر پیٹ کر رہ جاتا لیکن کارلائل نے تو یہ کہا ''کوئی بات نہیں غم نہ کرو''۔ ہم یہ کتاب دوبارہ لکھ لیں گے۔ اور صاحبو! کیا کتاب لکھی اس نے اس غضب کی کتاب جو انگریزی تاریخ

وادب کا کلاسک سمجھی جاتی ہے۔ جتنا بلند مفکر تھا اتنا ہی اعلیٰ پائے کا مقرر بھی تھا کارلائل۔ ایڈنبرا میں اس کے لیکچر اور تقریر سننے کیلئے بڑے بڑے ہال کھچا کھچ بھر جاتے تھے۔

۸ مئی ۱۸۴۰ء کی بات ہے تھامس کارلائل ایڈنبرا کے ایک وسیع ہال میں تقریر کیلئے کھڑا ہوا۔ ۵۰۰ سامعین موجود تھے۔ صبح ۹ بجے اس نے اپنا لیکچر شروع کیا اور رات ۹ بجے تک اتنے جذبے، دل کی گہرائی اور عقیدت کے ساتھ بولتا رہا کہ مسلسل بارہ گھنٹے تک سامعین ٹس سے مس نہ ہوئے۔ یہ لیکچر تھوڑے ہی عرصے بعد اس کی مشہور زمانہ کتاب ''ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ'' کا ایک درخشاں باب بن کر شائع ہوا۔ کتاب کا پورا نام ہے ''اون ہیروز' ہیرو ورشپ' اینڈ دی ہیرونک ان ہسٹری''

"On Heroes, Hero worship and the Heroic in history"

آج کے لیکچر کا موضوع ہے۔ ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے پیغمبر اور ایک عظیم ہیرو'' تمام لیکچر میں تھامس کارلائل یہ کہتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔

کرم اے شہ عرب و عجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کہ تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ سکندری

کتاب میں لیکچر ادارت کے بعد شائع ہوا ہے۔ اصل لیکچر ہمیں برمنگھم سے محترمہ نورہ کارلائل نے بھیجا ہے جو تھامس کارلائل کی پانچویں نسل میں ہیں۔ اس لیکچر کا ترجمہ اور تلخیص احترام کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا ہے۔

زبان و بیان واظہار اور فکر ونظر کا گوہر آبدار ہے یہ خطاب! آج ہم نے اسے تیسری بار نہایت عقیدت سے پڑھا تو جی میں آئی کہ اسے آپ تک پہنچایا جائے۔ کارلائل جیسا عظیم دماغ ہو اور موضوع سخن ہو وہ ہستی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام میرے واسطے عنوان حیات! اب دیکھئے کیا کہہ گیا ہے تھامس کارلائل اپنے خطاب میں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار اس انگریز نے زمین سخن کو آسماں کر دیا ہے۔ صاحبو! ۸ مئی ۱۸۴۰ء بروز جمعہ تھامس کارلائل اینڈنبرا کے شاہی آڈیٹوریم میں ''دین و مذہب اپنی معراج پر ایک مقدس ہستی کے طفیل'' (مترجم)

انقلاب! ایک عظیم انقلاب! اتنی زبردست گہما گہمی انسانوں کے خیالات میں، افکار میں گویا ایک نئی کائنات ان کی عظمت ایسی عظمت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو دنیا انہیں خدا کی طرح پوجتی۔ ان کی بلندی وہ

بلندی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص خود کو ان کا ہمسر نہ سمجھ سکے۔ ایسا انقلاب کہ آپ کے بعد کوئی شخص خدائی کا دعویٰ کرنے سے پہلے مر جائے اس لئے کہ تاریخ عالم کا یہ عظیم ترین انسان خود کو محض ایک بشر کہتا رہا۔ انسان کی چھپی ہوئی آرزوؤں کی تکمیل وہ شخص جو خدا تو نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں۔ ایسا انسان جو خدا کی رضا چاہے اور خدا اس کی رضا چاہے ان معنوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا سے جدا نہیں تھے۔ لوگ حیران و سرگرداں کہ ان کے اعزاز و احترام کا حق کیسے ادا کریں۔ کیا ہم انہیں کامل کہہ سکتے ہیں؟ جی ہاں! کہہ سکتے ہیں۔ ہر عمر میں ہر حال میں ہر محل و مقام میں وہ اپنے ساتھیوں کے ہیرو رہتے ہیں اور مخالفین کے بھی ہیرو! آپ چاہیں تو اسے ہیرو پرستی کہہ لیں، جی ہیرو پرستی کہہ لیں۔ معزز سامعین میں آپ کو محمڈن بن جانے کی تبلیغ نہیں کر رہا۔ میں اس عظیم ہستی کے بارے میں ہر ہر اچھی بات کہوں گا جو میں انصاف کے ساتھ کہہ سکتا ہوں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہمارے موجودہ خیالات ۱۸۴۰ء کہ وہ (نعوذ باللہ) ایک جعلی پیغمبر تھے اور ان کا پیش کردہ مذہب بے سروپا عقیدوں کا مجموعہ ہے غور وفکر کی روشنی میں یہ خیال صاف پگھلتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ جس دروغ گوئی کا انبار ہم نے اس مقدس ہستی کے گرد لگا دیا ہے وہ اس عظیم ہستی کیلئے نہیں ہم مسیحیوں کیلئے باعث شرم ہے۔ گزشتہ بارہ صدیوں کے نشیب وفراز سے گزرتے ہوئے اس پیغمبر عالی مقام کا پیغام آج بھی ۱۸ کروڑ انسانوں کے لئے مشعل راہ ہے۔ کیا یہ ۱۸ کروڑ انسان خدا کے بنائے ہوئے نہیں ہیں؟ اگر ہم ان تمام کروڑ افراد کو بھٹکے ہوئے اور راہ گم کردہ سمجھیں تو سوچنے کا مقام ہے کیا جعلی پیغام بارہ صدیوں تک اس کامیابی سے آگے بڑھ سکتا ہے؟ کیا میرے ہم مذہب بھائی بہن یہ بات نہیں جانتے کہ آج بھی کرہ ارض میں قرآن کریم کے اصول آگے بڑھ رہے ہیں۔ بناوٹ، بناوٹ ہوتی ہے اور اسے ظاہر ہونے میں صدیاں نہیں لگتیں۔

ایک عظیم انسان اور پھر عظیم ترین انسان محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف سچا ہو سکتا ہے۔ سچ کے سوا کچھ نہیں۔ مخلص، اخلاص کا مجسم پیکر! گہرا خلوص، عظیم خلوص، اصل خلوص! یہ ہے آپ کی عظمت کی پہلی شان۔ ایک ایسی ہستی جو بنی نوع انسان کے ساتھ اور اپنے خدا کے ساتھ اتنا مخلص ہے کہ دوسرے تو دوسرے شاید اس نے خود بھی کبھی اپنے اخلاص پر شک نہ کیا ہو۔ ہم اسے شاعر کہیں، پیغمبر کہیں، خدا کہیں، کیا کہیں! ہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ اس کی کہی ہر بات حقیقت کی اتھاہ گہرائیوں سے ابھرتی ہے۔ خدا نے پہلے بھی کئی بار وحی بھیجی ہے لیکن کیا خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں بنایا؟ ایک ایسی زندگی کا حامل فرد جو شعلہ جوالہ ہو، ایسا شعلہ جو فطرت کے سینے سے نمودار ہوا ہو، تاکہ دنیا کو روشن کردے۔ خالق کائنات کے حکم

سے ہی روشنی کا یہ شعلہ ابھر سکتا تھا۔ آپ جانتے ہیں کہ سب سے بڑی خامی انسان میں کیا ہو سکتی ہے؟ اپنی خامیوں سے نا آشنا رہنا۔ ہم اس ہستی کا ذکر کر رہے ہیں جو انسان کامل ہونے کے باوجود روزانہ ستر بار اپنے رب کے حضور استغفار کرتا ہے۔

وہ لوگ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار پر انگشت نمائی کرتے ہیں آپ کو جاننا چاہئے کہ وہ اپنے جھوٹ کا جالا کہاں بنتے ہیں؟ ان لوگوں کے حسد پر جنہوں نے دو تین صدیوں بعد اس مقدس ہستی کے بارے میں کہانیاں گھڑیں۔ خدا کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم اتنے عظیم انسان تھے کہ اگر انہوں نے کوئی غلطی بھی کی ہوتی تو زمانے بھر کے لئے بھلائی اور خوبی کا معیار بن جاتی۔ میں آپ کو ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ نسل در نسل دنیا میں لوگ آتے رہیں گے، جاتے رہیں گے۔ صحرا کے اس فرزند کی عظمت کو پوری طرح ایک شخص بھی سمجھ نہ سکے گا۔ ریت کے سمندر میں پیدا ہونے والی ہستی دنیا بھر کو گلزار بنانے کا درس دے گئی۔

ایرانیوں کو مشرق کا فرانس کہتے ہیں۔ عربوں کو مشرق کے اطالوی کہتے ہیں۔ آپ صحرا میں کسی بدو، کسی مسلمان کے خیمے میں پہنچ جائیں اگر آپ اس کے جانی دشمن بھی ہوں گے یا اس کیلئے دریاؤں کی طرح اجنبی وہ آپ کی مہمان نوازی کیلئے اپنی آخری بھیڑ کو بھی قربان کر دے گا۔ وہ آپ کی خاطر داری کو عبادت سمجھے گا۔ صحرائی عرب کو آپ یہودی کی طرح باحواس دیکھیں گے لیکن اس سے بڑھ کر اس میں وہ متانت، سادگی اور وقار ملے گا جو آپ یہودی میں نہیں پائیں گے۔ یہ خوبیاں اسے کس نے سکھائیں؟ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے!

میں عکاظ کا جو میلہ لگا کرتا تھا۔ اس میں شاعری کے مقابلے ہوا کرتے تھے۔ کوئی ہے جو زبان کی گھن گرج میں ان شعرا کا ہی مقابلہ کر سکے اور میں ذاتی تحقیق کی بنا پر کہتا ہوں کہ عبرانی زبان میں جو صحیفہ ایوبی لکھا گیا تھا۔ زبان و بیان، عظمت کلام کے اعتبار سے قرآن کے سوا اس زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے کوئی قلم صحیفہ ایوبی سے بہتر تحریر رقم نہ کر سکا۔ ہاں! اس سے بہتر کچھ ہے تو وہ ہے قرآن جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوا۔

قرآن ایسی زندہ اور متحرک تحریر۔ ایسا نغمہ جو انسانیت کے دلوں کو تسخیر کر لے۔ اتنا پر ہیبت، اس پر نرم رو، عظیم، پر اثر! ٹوٹے ہوؤں کو جوڑنے والا۔ گرمیوں میں خنک چاندنی رات۔ سمندروں اور ستاروں کو محیط۔ میں سمجھتا ہوں اتنی بلند پایہ تحریر ابن آدم کی نگاہوں سے کبھی نہیں گزری۔

وہ سیاہ پتھر حجر اسود گویا بہشت سے گرتا ہوا۔ زم زم کے پر بہار چشمے کے نزدیک زم زم جیسے زمین سے حیات پھوٹتی ہوئی۔ بلبلے ابھرتے پھوٹتے ہوئے۔ زم زم کرتے ہوئے۔ وہ آب رواں جو ہاجرہ اور اس کے

ننھے بچے اسماعیل نے خاص بارگاہ خداوندی سے پایا اور اسی مقام پر وہ انوکھی عمارت ہزاروں برس سے کھڑی ہوئی جسے ہم کعبہ کہتے ہیں۔ سلطان ترکی ہر سال اس کعبے کیلئے چمکیلا سیاہ غلاف بھیجتا ہے۔ ۲۷ کیوبٹ اونچا (CUBIT= کہنی سے درمیانی انگلی تک کا فاصلہ اندازاً ۲۰ انچ) ستونوں کے دو دائروں کے درمیان خوبصورت چراغوں کی قطاریں۔ نادر زیورات سے جھلملاتا ہوا۔ آج رات یہ چراغ پھر جگمگائیں گے۔ کھلے آسمان میں ستاروں کی طرح۔ ماضی کا حسین لیکن مستند ٹکڑا۔ یہ ہے دہلی سے مراکش تک بسنے والے مسلمانوں کا قبلہ! ہمیشہ کی طرح آج بھی بے شمار آنکھیں اس قبلے کا رخ کریں گی۔ انسانی تہذیب کی تاریخ میں کوئی ایسا مرکز آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ سنگ اسود، ہاجرہ کا چشمہ، عرب قبیلوں کے حاجی، ان سب نے مل کر مکہ کو مقدس ہی نہیں عظیم شہر بنا دیا تھا۔ آج یہ کچھ بجھا بجھا سا دکھائی دیتا ہے۔ (یاد رہے تھامس کارلائل ۱۸۴۰ء کا ذکر کر رہا ہے) جغرافیائی اعتبار سے قدرت نے اس مقدس شہر کو خصوصی طور سے نہیں نوازا۔ ریت کا لامتناہی سمندر۔ پھر خشک پہاڑیوں کے بیچ میں گھرا ہوا شہر سمندر سے دور۔ یہاں تک کہ روٹی بھی باہر سے منگانی پڑتی تھی۔ اسے فطرت کا مذاق کہئے کہ دنیا میں جہاں کہیں زائرین جمع ہوتے ہیں، تاجروں کی کاروباری نگاہ انہیں تاک لیتی ہے۔ روحانی کاروبار کے ساتھ ساتھ دنیاوی تجارت بھی اہل دل خوب کر لیتے ہیں۔ بہر کیف یہ بے آب و گیاہ مقام مکہ، عرب کی آنکھوں کا تارا بن کر رہا۔ تاجر لوگ زیادہ تر انڈیا، شام، مصر اور اٹلی سے آتے تھے۔ جس میں مذہبی پیشوائیت کا خاصا حصہ تھا۔ ایک بڑے قبیلے کے دس سردار چنے جاتے تھے جو شہر کے امیر اور کعبے کے پاسبان ہوا کرتے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں یہ خاص قبیلہ قریش تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھرانے کا تعلق قریش ہی سے تھا۔ بقیہ عرب قوم چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں بٹی ہوئی جزیرہ نما عرب کے چھوٹے چھوٹے نخلستانوں میں بکھری ہوئی تھی۔ چرواہے، ساربان، تاجر، کسان، چور اچکے۔ اکثر بلکہ ہمیشہ آپس میں برسر جنگ۔ اتنے وسیع عرب میں بکھرے ہوئے بدوؤں کے درمیان اگر کوئی رشتہ قائم تھا تو وہ تھا زبان کا رشتہ یا پھر اسی حسین کعبے کا۔ یوں لگتا تھا کہ ان قبیلوں کے بت بھی خانہ خدا میں آ کر خوش ہو جاتے تھے۔ دیوتا سب کے الگ لیکن کعبہ سب کا ایک۔ صدیوں پر صدیاں گزر گئی تھیں۔ باہر کی دنیا صحرا کے ان خانہ بدوشوں سے ناآشنا رہی۔ قدرت کو یہ منظور تھا کہ ایک دن آئے جب یہ بے انتہا خوبیوں والی قوم خود ابھر کر دنیا پر چھا جائے۔ وہ عظیم ہستی جسے مسیحؑ ابن مریم کہتے ہیں اس کا پیغام عرب تک پہنچا تو ضرور تھا لیکن وہاں کی سخت اور خشک مٹی کو نرم نہ کر سکا تھا۔

یہ تھا عرب اور وہاں کے لوگ جہاں ۵۷۰ء میں اس روشن روشن ہستی کی نمود ہوئی۔ اس کی ولادت

باسعادت ہوئی جنہیں دنیا سلام کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔ جنہیں آسمان آفریں کہتا ہے اور کہتا رہے گا۔ آپ کی پیدائش سے ذرا پہلے آپ کے والد جہاں فانی سے کوچ کر جاتے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ جو مکہ میں اپنے کردار، دانش، حسن سیرت اور حسن صورت کے باعث محترم سمجھی جاتی تھیں صرف ۲۶ سال کی عمر میں اپنے چھ سالہ جگر گوشے کو داغ مفارقت دے جاتی ہیں۔ اس خوش بخت بچے کے سر پر ہاتھ رکھنے کا شرف ایک ۱۰۰ سالہ بزرگ کو حاصل ہوتا ہے۔ یہ بزرگ ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب۔ عبداللہ ان بزرگ کا سب سے چھوٹا اور چہیتا بیٹا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھے اس چہیتے بیٹے کی نشانی۔ عبدالمطلب کی ۱۰۰ سالہ ضعیف آنکھوں میں نہ جانے کس بلا کا کمال تھا! ان بوڑھی آنکھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف عبداللہ کو ہی نہیں پالیا آنے والے دنوں کی رحمت العالمین بھی دیکھ لی۔ بھرے پرے خاندان میں دادا عبدالمطلب کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پیارا کوئی نہ تھا۔ مکہ کا شاندار بزرگ عبدالمطلب اپنے رب کے پاس جا پہنچا تو ان کے سب سے بڑے بیٹے ابوطالب اس معزز گھرانے کے سربراہ ہوگئے۔ ابوطالب جو ایک نہایت شفیق عادل اور باصلاحیت انسان تھے۔ دانش مندی کا پیکر تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے گوہر آبدار کی دیکھ بھال ابوطالب سے بہتر کوئی نہ کرسکتا تھا۔ ابوطالب انہیں اپنے ساتھ ساتھ رکھتے۔ سفر میں اور حضر میں۔ ملک شام کے تجارتی سفر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نئی دنیا میں لے جاتے۔ انہیں کوئی مدرسہ میسر نہ آیا تھا۔ لکھنے کا رواج عرب میں نیا نیا شروع ہوا تھا۔ یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ان کے ماحول اور خداداد حکمت سے ہوئی۔ دنیا میں جو بڑے بڑے حکیم اور فلاسفر گزرے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے نیاز فطرت کی تنہائی اور صحرا کے ویرانوں میں اپنے خیالات اور مشاہدات کے ساتھ رہتے تھے۔ شہر کے لوگ انہیں الامین کہتے تھے۔ ایسا سچا اور کھرا شخص جو اپنے قول و فعل میں ہی سچا نہیں اپنے خیالات کی اتھاہ گہرائیوں میں بھی صادق تھا۔ خاموش طبع لیکن کوئی بات کہنی ہوتو خلوص، وضاحت اور دانشمندی کے ساتھ۔ موضوع سخن کو روشن کرتی ہوئی۔ اس کی ہر بات کہنے کی بات، سننے کی بات، مضبوط شخصیت، برادرانہ انداز، سنجیدہ مزاج، پرخلوص کردار، اس پر گرم جوش جو چاہے اس کے قریب ہونا چاہے۔ پھر نہایت خوبصورت انسان، معصوم روشن چہرہ، صحرا کی دھوپ میں کھلتا ہوا گندمی رنگ، سیاہ چمکتی ہوئی آنکھیں۔ مجھے تو آپ کی پیشانی مبارک کی وہ ورید بھی بہت بھلی لگتی ہے جو جوش کے عالم میں ابھر آیا کرتی تھی۔ آگ اور نور، جلال اور جمال کا مظہر ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم''!

خدیجہؓ سے آپ کی شادی کی داستان کتنی حقیقی اور پیاری لگتی ہے۔ خدیجہؓ کے خادم کے ساتھ تجارتی

قافلہ ملک شام تک لے جانا، الامین کی امانت داریاں، آپ کے بلند کردار کے بارے میں خادم کے انتھک بیان خدیجہؓ کے دل میں ان کیلئے احسان مندی اور عقیدت کیسے نہ جاگتی؟ یہ پچیس برس کے تھے، وہ چالیس برس کی تھیں لیکن اب بھی پھول کی طرح حسین! ان کی زندگی محبت، امن وسکون اور تکمیل ذات کا جیتا جاگتا نمونہ تھی اور آج بھی ہے۔ لوگ جو اس ذات پاک پر جھوٹے الزامات لگاتے ہیں وہ سب اس دور سے تعلق رکھتے ہیں جب پاکباز، پاک دل، خدیجہ ۶۵ برس کی عمر میں وفات پا گئیں! آپ ﷺ اس وقت بچاس برس کے ہو چکے تھے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ زندگی ایک ایسی شمع ہے جس کا شعلہ بچاس برس کے بعد سرد ہونے لگتا ہے۔ انسان کو امن وسکون ہمیشہ سے زیادہ عزیز ہو جاتا ہے اور محمد صلی اللہ علی وسلم تو وہ ہستی تھے جو عالم شباب میں بھی حسن کردار کا مرقع تھے۔ اب اگر ان کے کردار میں ذرا سا جھول آجاتا تو ان کے پروانے بڑھنے کے بجائے گھٹنے لگتے۔ معزز سامعین یاد رکھئے کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ بن عبدالمطلب خدا کے رسول ﷺ ہی نہیں ریاست مدینہ کے بانی حکمران بھی تھے۔ پیغمبر اور حکمران جو دن رات کی کسی گھڑی میں بھی کھل کر اعلان کر سکتا تھا لوگو! میں یہاں ہوں۔ اس کا دل اس کا گھر اپنے اور پرائے کیلئے دن رات کھلا تھا۔ ایسا اعتماد، اتنی دیانتداری، صرف سچے خدا کی جانب سے عطا ہو سکتی ہے۔ ایسے شخص کا ہر لفظ قدرت کے دل کی براہ راست آواز کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ انسانوں کے سننے کی بات ایسی جس کا کوئی ثانی نہیں۔ اس کے سوا جو کچھ ہے مقابلتاً ہوا سے ہلکا۔ میں یہاں ہوں، میں یہ ہوں، میں یہ کرتا ہوں اور وہ نہیں کرتا۔ اس کی زندگی بڑے بڑے حروف میں لکھی ہوئی کھلی کتاب۔ فلسفیوں کی بحثیں، یونانی حکیموں کی دلیلیں، یہود کی گنجلک روایات، عربوں کی روز وشب کی بت پرستیاں، کیا یہ اس تہذیب میں اٹھنے والے سوالوں کا جواب دے سکتی تھیں؟ کیا آج کی تہذیب کے سوالوں کا جواب دے سکتی ہیں؟ جی نہیں! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نازل ہوا اس کے مقابل جو کچھ ہے ہوا سے ہلکا ہے۔ جی ہاں! ہوا سے ہلکا ہے۔ اس لئے کہ اس مقدس پیغام کا خالق وہ ہے جس نے کائنات کو بنایا ہے۔

ایں کتابے نیست چیزے دیگر است

سامعین! میں ایک بار پھر پورے اعتماد، یقین اور قوت کے ساتھ عرض کرتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز فطرت کے دل کی آواز تھی۔ براہ راست آواز۔ اس محترم ہستی کے سامنے صرف کائنات ہی نہیں تھی، کائنات کا ضمیر بھی تھا۔ ذوق نظر ہی نہیں کائنات کی حقیقتوں کو دیکھنے والی نگاہ تھی۔ آپ ﷺ نے عربوں کو کیا خوب سمجھایا۔ جو فرمایا دلوں میں اتار دیا۔ پتھر اور سیاہ لکڑی کے بنے ہوئے آبنوس اور ہاتھی دانت کے ترشے

ہوئے خوبصورت صنم شاید خود بھی کلمہ توحید پڑھنے لگے ہوں۔ بت پرستی کی خوگر قوم تھوڑے عرصے میں سمجھ گئی کہ ان بتوں کے گرد وہ کتنے ہی پھیرے لگالیں، وہاں کتنی ہی رونقیں سجالیں اور ان کے قدموں میں بڑی سے بڑی دولت نچھاور کردیں۔ سچا خدا ان دیوی دیوتاؤں اور ان پجاریوں اور داسیوں کو دیکھ کر مسکرا رہا ہے۔

عرب والے مکہ کے اس عظیم فرزند کے لئے کیا کرسکتے تھے؟ سب کچھ کرسکتے تھے۔ جی ہاں! تھوڑے ہی عرصے میں انہوں نے ریاست مدینہ کی مقدس زمین پر رومی بادشاہ ہرقل کا تاج لا ڈالا تھا اور فارس کے زبردست فرمانروا خسرو کا تاج اور ان کے خزانے لیکن اجازت ہو تو ایک سوال پوچھوں۔ اگر لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں دنیا بھر کے بادشاہوں کے تاج، خزانے اور جاہ وجلال لا کر نثار کردیتے تو آپ کیا کرتے؟ جواب دینے سے پہلے سوچ لیجئے کہ وہ زمین پر پیدا ہوئے لیکن زمین کے نہیں تھے۔ وہ خوب جانتے تھے کہ انسان کو دنیا کیلئے نہیں بنایا گیا۔ دنیا اور کائنات کو اس کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس مقدس ہستی کو اگر کوئی ادا پسند آسکتی تھی تو انسانوں کی صرف ایک ادا کہ وہ اپنے رب کی زمین پر وہ بہشت اتار دیں جس کا نقشہ قرآن نے کتنی خوبی سے کھینچا ہے اور پھر اپنی بنائی ہوئی جنت کو اگلے جہاں میں دوسری زندگی میں وراثت کے طور پر حاصل کریں۔ آپ نے شاید سنا ہوگا کہ اس فخر انسانیت کو عرب کی بادشاہت، حسین ترین ملکہ اور زر و جواہر کے ڈھیر عربوں نے پیش کئے تھے۔ آپ ﷺ نے انہیں حقارت سے ٹھکرا دیا تھا۔ میرے لئے یہ حیرت کی بات نہیں، اس لئے کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا تھوڑا سا ادراک رکھتا ہوں۔ حیرت مجھے ان لوگوں پر ہے جنہوں نے بارگاہ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسی پیشکش کی۔ ظاہر ہے وہ لوگ آپ کے مقام عالی سے واقف نہ تھے۔ میرے ہم وطنو! میرے ہم رنگو! میرے ہم مذہبو! ہوسکے تو یہ سچائی تسلیم کرلو کہ تم بھی دنیا کی مقدس ترین ہستی کی عظمت سے ان جاہل بدو سرداروں کی طرح نابلد ہو۔ مغرب کے اہل قلم نے تمہیں وہ زہر پلایا ہے اس عظیم ہستی کے خلاف جو تمہاری نس نس میں سما گیا ہے۔ کیا یہ اس کا نقصان ہے؟ سورج کو دیکھنا ہو تو ادب سے نگاہیں جھکا کر دیکھو۔ آنکھیں پھاڑ کر دیکھو گے تو بینائی جاتی رہے گی۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال ماہ رمضان میں چند روز کے لئے گوشہ نشین ہو جاتے تھے۔ اپنے دل سے بات چیت پہاڑوں کے سناٹوں، ریگستان کی تنہائیوں میں ایسا پرسکوت ماحول جس میں انسان فطرت کی وہ آوازیں بھی سن لیتا ہے جو بہت دھیمی، بڑی مدھر ہوتی ہیں۔ میں سنتا ہوں کہ اس طرح کی گوشہ نشینی کا عربوں میں ایک عام رواج چلا آرہا تھا۔ عمر مبارک کا چالیسواں سال تھا۔ آپ ﷺ مکہ کے قریب ماہ رمضان میں غار حرا کی سنسان تنہائیوں میں عبادت اور غور و فکر میں مشغول تھے۔ وہ اپنی سلیقہ مند بیوی

خدیجہؓ کے پاس آہستہ سے تشریف لائے اور کہنے لگے۔''خدیجہ! اندھیرے چھٹنے گئے ہیں، سچائی کی شمعیں روشن ہوگئی ہیں۔ دیکھ! یہ جو لکڑی، پتھر، ہاتھی دانت، آبنوس کے بت ہیں، یہ جھوٹ ہیں۔ انہیں تو بندوں نے خود تراش لیا ہے۔ سچا خدا ایک ہے اور وہ بہت بڑا ہے۔ اتنا بڑا کہ اس کے سوا کوئی اور بڑا نہیں۔ وہ حق ہے۔ وہ اصل ہے اللہ اکبر! ہمیں ہر طرح کے بتوں کو ترک کرنا ہوگا تا کہ ہم صرف سچے واحد خدا کی بارگاہ میں سر جھکا سکیں سنو خدیجہ! اس کا نام اسلام ہے۔

سامعین! میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ عظیم جرمن فلاسفر اور شاعر گوئٹے نے اٹھارویں صدی میں کہا تھا۔''اگر خدا کی رضا کے آگے سر جھکانے کا نام اسلام ہے تو کیا ہم سب اسلام میں نہیں جی رہے ہیں؟'' ٹھیک کہا تھا گوئٹے نے۔ ہم سب جن میں اخلاقیات کا ایک شمہ بھی باقی ہے۔ اسلام میں جی رہے ہیں۔ حکمت انسانی کی بلندی یہ ہے کہ وہ حقیقت پہچانے کہ اسے خالق کائنات کے قوانین کے آگے سر جھکانا چاہئے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرے گا تو یہ قوانین اسے جھکنے پر مجبور کردیں گے۔ ایسا اس لئے ہے کہ حکمت خداوندی اعلیٰ ترین اور بہترین حکمت ہے اور یہ حکمت کائنات کی ضرورت ہے۔ حکمت خداوندی کو چیلنج نہ کیجئے۔ خاموشی سے اس کی تعمیل کیجئے۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ دنیا کی واحد اخلاقی اقدار یہی اقدار ہیں جو خالق کائنات نے اپنے آخری پیغمبر پر نازل فرمائیں۔ آج نہیں تو مستقبل میں لوگ سمجھیں گے کہ کائناتی قوانین سے ہم آہنگ صرف یہی قدریں ہیں۔ اے میرے سننے والو! فتح یاب ہونا چاہتے ہو، کامرانی کے آرزومند ہو تو ان احکام کو سینے سے لگاؤ۔ ایسا نہ کرو گے تو تمہاری روح مٹ جائے گی فنا ہوجائے گی۔ نیکی، اچھائی، خوبی، بھلائی، اسلام کی روح ہے۔ جیسے تم سمجھتے ہو کہ عیسائیت کی روح ہے۔ عیسائیت دنیا میں اسی لئے وارد ہوئی تا کہ اسلام کی راہ ہموار کرسکے۔ تمام خیر اور معراج حکمت خدا کی جانب سے ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''اللہ اکبر'' خدا سب سے عظیم ہے۔ اسلام کے تحت ایمان کی انتہا کیا ہے؟ یہ کہ اے خدا! تو میری جان لے لے پھر بھی میں تیرا ہوں اوہ! یہ میں نے کیا کہہ دیا؟ پانچ سو سامعین میں سے کسی نے مجھے نہیں ٹوکا! اسلام میں یہ ایمان کی انتہا نہیں ابتدا ہے۔ اسلام تو وہ اعلیٰ ترین راہ زندگی ہے جہاں پہلے قدم پر بندے کی آرزوئیں، تمنائیں، خواہشات، احکام خداوندی میں مدغم ہوجاتی ہیں۔ بندے کے لئے اس سے بڑی حکمت ودانش آسمان سے زمین پر کبھی نازل نہیں ہوئی۔

نگاہوں کو، عقل وخرد کو چندھیا دینے والی روشنی جو اس عرب امی پر جلوہ گر ہوئی اتنے سیاہ اندھیروں

میں جب انسانی تہذیب کے سر پر ظالم موت منڈلا رہی تھی۔ اس چکا چوند کر دینے والی روشنی کو اس حیات بخش نور کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی کہا، وہی بواسطہ جبرائیل۔ کیا میں اور آپ اس انوکھے تجربے کو اتنا خوبصورت نام دے سکتے تھے۔ وہ چاہتے تو آیات الٰہی کو اپنے جینئس ذہن کی تخلیق قرار دیتے۔ پھر کیا ہوتا؟ ایسا پر شوکت کلام کہ لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پوجنے لگتے لیکن انہوں نے کہا لوگو! میں تو تم جیسا ایک بشر ہوں اور یہ کلام میرا نہیں ہے۔ کیا آپ کوئی ایک مصنف ایسا بتا سکتے ہیں جو اپنی سحر انگیز تصنیف کو اپنانے سے انکار کرے۔ کیا ایسا فرد امین وصادق کے سوا کچھ ہوسکتا ہے۔ خدا نے آپ کو وہ اعزاز بخشا جو آپ کے شایان شان تھا۔ اس کا آخری پیغام تمام انسانیت کے نام!

خدیجہؓ کیسی باکمال خاتون تھیں۔ دنیا کا سب سے انوکھا تجربہ نزول وحی اس کے مقدس شوہر نے بیان کیا اور وہ بول اٹھی ''ہاں! یہ سچ ہے۔ حق اول تا آخر!'' محمد صلی اللہ علیہ وسلم پندرہ برس سے اس عظیم خاتون کے خوش نصیب شوہر تھے۔ میں سمجھتا ہوں ان دونوں کی زندگی کے یہ دو پل ''ہاں! یہ سچ ہے۔ حق اول تا آخر ان کی پچیس سالہ ازدواجی زندگی کے سب سے زیادہ بیش قیمت دو پل تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا جوہر شناس اور نفیس انسان خدیجہؓ کی محبت اور اس کی نوازشوں کو کیسے بھول سکتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بار عائشہؓ نے پوچھا (وہ ذہین، خوبصورت اور نوجوان عائشہ جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہؓ کی وفات کے تین برس کے بعد شادی کی تھی) کیا آپ مجھے خدیجہؓ سے زیادہ نہیں چاہتے؟ وہ تو ایک بیوہ تھیں اور عمر رسیدہ ہو چکی تھیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! خدا کی قسم نہیں اس خاتون نے مجھ پر یقین کیا جب کوئی ایمان نہیں لایا تھا۔ بھری دنیا میں اگر کوئی میرا دوست تھا تو وہ خدیجہؓ تھیں۔

بہرکیف آپ ﷺ نے اپنا پیغام ہر شخص کو سنایا۔ اس فرد کو بتایا۔ ایک سے کہا۔ دوسرے تک پہنچایا لیکن اکثر لوگوں نے اس مبارک پیغام کا مذاق اڑایا۔ کسی نے بے تعلقی برتی تو کسی نے بے پروائی۔ میرا خیال ہے تین لمبے برسوں میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی کرشماتی ہستی کو صرف تیرہ ساتھی میسر آئے۔ پھر ایک دن آپ نے اپنے خاندان کے چالیس افراد کو اپنے گھر مدعو کیا شک وشبہ کے سناٹے میں ایک سولہ سالہ نوجوان جوش میں کھڑا ہوگیا۔ ''میں آپ کا ساتھ دوں گا'' یہ نوجوان کون تھا؟ علیؓ ابن ابی طالب۔

تاریخ عالم کے عظیم ترین ہیرو، انسانیت کے محسن محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کاشانہ مبارک میں اپنے گھرانے کے چالیس افراد سے پوچھ رہے ہیں۔ کون ہے جو میرے مقدس مشن میں میرے ساتھ کھڑا ہوگا؟ ایک ۱۶ سالہ لڑکا نہایت جوش کے ساتھ فوراً کھڑا ہو جاتا ہے وہ کون ہے؟ علیؓ ابن ابی طالب! بذات خود

ایک تاریخ ساز ہستی۔ یاد رکھئے کہ اس بچے کے قریب ہی اس کا محترم والد بھی تشریف فرما ہے، ابوطالب۔ وہ ابوطالب جس کے سامنے نگاہیں اٹھاتے ہوئے بڑے بڑے سرداروں کے دل دھڑکنے لگتے ہیں۔ اس محترم بزرگ کی سنجیدہ باوقار خاموشی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور اپنے عزیز بیٹے کے حق میں ایسی خاموشی ہے جو گفتار پر بھاری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس موقع پر ابوطالب کچھ کہتے، کچھ بھی کہتے تو اتنا بااثر نہیں ہوسکتا تھا جتنی بااثر یہ پروقار خاموشی تھی۔ جو لوگ اس بزم میں حاضر تھے وہ پہلے حیران ہوئے کہ ابوطالب ایک ان پڑھ بوڑھا اور اس کا چھوٹا سا ۱۶ سالہ بیٹا اس مشن کی تائید کرنے چلے ہیں جو محمد ابن عبداللہ کی دیوانگی کے سوا کچھ نہیں۔ بنی نوع انسان کی زندگیاں بدلنے کا مشن۔ ان ہی لوگوں میں کچھ ایسے نادان بھی تھے جنہوں نے ساری بات ہنسی میں اڑانا چاہی مگر معزز سامعین! یہ ہنسنے کی بات نہیں تھی۔ آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ یہ محفل نہایت سنجیدہ تھی اور دنیا کا نقشہ بدل دینے والی تھی۔ اس بچے کے بارے میں اور کیا کہوں؟ آپ اس سے صرف محبت کر سکتے ہیں۔ پاک ذہن، محبت کا پیکر اور اس پر آتشیں شجاعت، مجسم سخاوت، شیر سے زیادہ بہادر، سدا حق پر قائم اور پروقار! ہمارے کلچر میں علیؓ جیسی ہستی کو عطا کرنے کے لائق کوئی خطاب تک نہیں۔ نہ سر نہ لارڈ۔ پھر اتنا بڑا انسان کہ جب عراق میں قاتل نے اسے مہلک زخم لگائے تو اس نے کہا 'اگر میں بچ گیا تو حملہ آور کو معاف کر دینا لیکن اگر زخم کاری ثابت ہوا تو قاتل کو فوراً قتل کر دینا۔ اس لئے فوراً قتل کرنا تاکہ میں اور وہ ایک ساتھ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوں اور خدا کا عدل وہ اپنی آنکھوں سے فوراً دیکھ لے۔

پیغمبر ﷺ سے قریش کے لوگ خانہ کعبہ کے متولی اور بتوں کے نگہبان ناراض تھے، انہیں ناراض ہونا ہی چاہئے تھا۔ حق و باطل کی کشمکش شروع ہو چکی تھی۔ نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ ان کا مقدس مشن کامیاب ہو کر رہے گا۔ ہر چند کہ مخالفت زوردار تھی لیکن حق و باطل کے معرکے میں امپائر انسان نہیں ہوتے قدرت امپائر ہوتی ہے۔ سچائی غالب آکر رہتی ہے اور باطل مٹ جاتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ نکتہ خوب جانتے تھے پھر بھی ان کے رب نے اپنے کلام سے اس پر مہر تصدیق ثبت کی۔ قدرت عجیب امپائر ہے۔ اس میں بڑی عظمت ہے، وسعت ہے، گہرائی ہے اور تحمل ہے۔ آپ گندم کا دانہ لیجئے اور اسے زمین کے سینے میں دبا دیجئے۔ یہ بیج بوتے وقت اس بیج پر خاک لگی ہو، بھوسہ لپٹا ہو سوکھی گھاس ہو، کچھ بھی ہو اگر آپ نے اسے ایک نرم زرخیز مٹی میں بویا ہے تو قدرت اس میں سے گیہوں اگا کر رہے گی جو گرد، جھاڑ جھنکاڑ، گھاس پھوس آپ نے گندم کے اس بیج کے ساتھ زمین کے سپرد کر دیئے ہیں۔ قدرت خاموشی سے انہیں جذب کر لے گی۔ آپ سے گلہ نہ شکوہ! پھر دیکھئے سنہری سنہری گندم کی بالیاں۔ اتنی وسیع القلب ہے نیچر اور کمال یہ ہے کہ

فالتو اجزا جو بیج کے ساتھ زمین میں چلے گئے ہیں انہیں بھی فطرت ضائع نہ ہونے دے گی۔ انہیں بھی کسی کام میں لے آئے گی۔ قدرت سچی ہے اور ماں کی طرح شفیق ہے۔ یہی سلوک وہ ایک پاک دل کے ساتھ کرتی ہے۔ اس پاک دل سے رحمتوں اور برکتوں کے پودے اور شجر جنم لیتے ہیں۔ افسوس مجھے اس بات پر ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عظیم پاک باز دل کو جسم کی ضرورت کیوں پڑتی ہے۔ وہ جسم جو ایک سا نہیں رہتا۔ یہ جسم جس میں سچائی ہے اور حق پنہاں ہے وہ تو فانی ہوتا ہے۔ لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ جس طرح سچائی کبھی نہیں مرتی اسی طرح پاکیزہ روح کو بھی کبھی موت نہیں آتی۔ یہ ہے قدرت کا قانون۔ سچائی لافانی ہوتی ہے۔ انسان پر قدرت نے یہ مہربانی کی ہے کہ وہ گرد تنکے، بھوسے کو نہیں دیکھتی اسے نظر انداز کر دیتی ہے۔ اسے اس بات سے مطلب ہے کہ تمہارے اندر نشو و نما پانے کے قابل بیج ہے یا نہیں۔ میں لوگوں سے کہتا ہوں کہ تم خود کو خالص انسان سمجھتے ہو۔ کھرا انسان کہتے ہو لیکن تمہارے اندر بیج نہیں ہے۔ سنی سنائی باتوں، اندھی تقلید اور رسم پرستی کی وجہ سے تم نے آمنہ کے فرزند صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھا ہی نہیں۔ میری رائے میں تم کچھ نہیں ہو۔ میری نگاہ میں تمہارا وجود ثابت نہیں ہے۔ قدرت کو تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

ہمارے کچھ محققین بڑہانکتے ہیں کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم مسیحیت سے اخذ کی گئی ہے۔ بحث میں پڑنے کے بجائے میں اتنا پوچھتا ہوں کیا یہ تعلیم مسیحیت سے بہتر نہیں ہے؟ ایک زندہ اور لازوال نظام حیات۔ ایک صحرانشین اپنے حیات بخش مخلص دل اور چمکتی ہوئی دوربین نگاہوں سے ہر معاملے کی تہہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اظہار کی سادگی ملاحظہ کیجئے۔ وہ اپنی قوم سے کہتا ہے دیکھو تو سہی تمہاری صنم پرستی ہے کیا؟ لکڑی اور پتھر کے چند بت جنہیں تم خود تراش لیتے ہو۔ انہیں زیتون کے تیل سے چمکاتے ہو۔ موم پگھلا پگھلا کر انہیں خوبصورت بناتے ہو۔ پھر دیکھتے ہو کہ تمہارے ان معبودوں پر مکھیاں آبیٹھتی ہیں۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں کہ تمہارے یہ معبود جو اپنے اوپر بیٹھی مکھیاں نہیں اڑا سکتے تمہارے لئے کیا کر سکتے ہیں؟ یہ تو بے جان بے زور پیکر ہیں جن کی تعظیم میں تمہاری اپنی توہین ہے۔ انسانیت کی توہین ہے۔ معبود حقیقی صرف خدا ہے۔ صرف وہی ہے جو قادر ہے، زبردست ہے۔ اس نے ہمیں بنایا ہے۔ وہی ہمیں مار سکتا ہے۔ وہی ہمیں زندہ رکھتا ہے۔ اللہ اکبر! جان لو کہ خدا کی رضا میں اس کی فرمانبرداری میں تمہاری فوز و فلاح ہے۔ اگرچہ تمہیں اس راہ میں دکھوں کے دریا سے گزرنا پڑے اسی میں دنیا اور آخرت کی کامیابی مضمر ہے۔ کیا تم فوز و فلاح نہیں چاہتے؟ خوش نصیب تھے وہ لوگ جنہوں نے اس مقدس ہستی کی آواز پر لبیک کہا۔ اس کا پیغام تو اتنا دلکش تھا کہ ہر شخص کو سر تسلیم خم کر دینا چاہئے تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اتنا سادہ اور برکتوں والا ہے کہ اسے قبول

کر کے جو انسان چاہے دنیا کا پیشوا بن سکتا ہے۔ جی ہاں! ہر شخص جو چاہے۔ یہ اس لئے کہ وہ یکا یک زندگی کے مصنف خدائے ذوالجلال کی تحریر کا حرف بن جاتا ہے۔ اس سے بہتر فریضہ کیا ہوگا کہ انسان خالق کائنات کے رجحان سے ہم آہنگ ہو جائے۔ کیونکہ بالآخر یہی ہونے والا ہے کہ خالق نے جو سمت اس جہان کیلئے متعین کر دی ہے یہ جہان اسی سمت میں آگے جا رہا ہے اور جائے گا۔ خوش بخت ہیں وہ لوگ جو اس منزل شناس قافلے کے مسافر بنتے ہیں۔ اے آدم کے بیٹو! اور آدم کی بیٹیو! اس قافلے کی راہ گزر کا نقشہ اپنے دلوں پر ثبت کر لو۔ اسلام نے انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا کہ اس نے منزل کے حصول کا ایک سیدھا راستہ دکھایا اور منزل سے دور لے جانے والی راہوں کو بھی واضح کر دیا۔ یہ بھی وہ عظیم سچائی ہے جو فطرت کے دل سے اٹھی تھی۔ وہ باطل جسے مٹنا تھا مٹ کر رہا۔ حق کی آتش نے باطل کی خس و خاشاک کو جلا کر راکھ کر دیا۔

حق و باطل کی اس کشمکش کے مد و جزر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وحی کو لکھواتے رہے یاد کرواتے رہے جسے قرآن کہتے ہیں۔ کتنا پیارا نام ہے۔ ''قرآن'' یعنی وہ صحیفہ جو پڑھنے کے لائق سمجھنے کے قابل اور عمل کیلئے مہمیز۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ ﷺ کے مقدس ساتھی دنیا سے سوال کرتے رہے۔ کہو یہ مقدس کلام معجزہ ہے یا نہیں؟ ۱۲۰۰ برس گزر گئے۔ آج کے دن محمڈن لوگ (مسلمان) آج بھی قرآن سے وہ عقیدت رکھتے ہیں جو بائبل کے ماننے والے مسیحیوں کو بائبل کے ساتھ نصیب نہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک پیغام آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب وہ قانون ہے اور وہ عملی تعلیم ہے جو بنی نوع انسان کے لئے رہتی دنیا تک انسانی تہذیب و تمدن کا اعلیٰ ترین معیار رہے گا۔ نزول وحی کی ابتداء یعنی ۶۱۰ء کے بعد دنیا کا ہر نظام ہر فلسفہ اس مقدس پیغام کے سامنے جانچ پرکھ کے لئے رکھنا ہوگا۔ گوئٹے نے جو کہا ہے کہ انسانی دماغ نظام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے جا ہی نہیں سکتا۔ کتنی سچی بات کہی ہے اس نے! جتنے نظام ہائے تمدن انسانیت کے ایوانوں میں پیش کئے جائیں گے ان کی کسوٹی ہمیشہ کے لئے اگر کچھ ہوگی تو وہ ہوگی نظام محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ نہیں۔ میں گوئٹے سے پوری طرح متفق اس لئے ہوں کہ محسن انسانیت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام براہ راست، بلا واسطہ، بہشت کا پیغام ہے۔

سامعین! قرآن کریم نے بہشت کی جو حسین ترین تصویر کشی کی ہے وہ دل بہلانے کا سامان نہیں اٹل حقیقت ہے اور یہ تصویر ہمیں اس لئے دکھائی گئی ہے تاکہ ہم اپنی زمینی زندگی کو اپنے معاشرے کو اسی سانچے میں ڈھالیں جہاں صرف فوز ہے، فلاح ہے، وہ زندگی جہاں نہ خوف ہے نہ غم۔ یہ وہ مقدس صحیفہ ہے جو پڑھنے کے لائق سمجھنے کے قابل ہماری کامرانیوں کا ضامن۔ مسلمانوں پر فرض کیا گیا ہے کہ وہ قرآن

مقدس کو پڑھیں۔اسے سمجھیں اور اس لافانی نور میں اپنی زندگی کا سفر طے کریں۔

مسجدوں میں ہی نہیں گھروں میں یہ مقدس کتاب روزانہ پڑھی جاتی ہے۔۱۲ صدیاں گزر چکی ہیں قرآن کریم کی اہمیت وقت کے ساتھ بڑھتی جاتی ہے۔مسلمانوں کو ہی نہیں کرہ ارض کے تمام باشندوں کو یہ کتاب عظیم بار بار پڑھنی چاہئے۔ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ بعض مسلمان محدثن علماء ایسے بھی گزرے ہیں جو کاش قرآن کو اپنی زندگی میں ستر ہزار نہیں...، ستر سو نہیں، ستر نہیں سات نہیں زندگی میں ایک بار سمجھ کر پڑھ لیتے۔ میں نے بذات خود جارج سیل GEORGE SALE کا ترجمہ قرآن پڑھا ہے۔میں نے تمام عمر اتنی محنت طلب کتاب نہیں پڑھی۔میں سمجھتا ہوں کہ قرآن کریم کے جو ترجمے اور ترجمانیاں ہوئی ہیں وہ کلام خداوندی کا حق ادا نہیں کرتیں۔اگر کسی یورپین کو انگریزی یا کوئی بھی یورپی ترجمے ملیں تو بغیر ڈیوٹی سمجھے ہوئے یہ کتاب نہیں پڑھ سکے گا۔میں نے سنا ہے دیگر زبانوں میں بھی اس کلام الٰہی کے ترجموں کا یہی حال ہے۔خالق کائنات نے اپنا پیغام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا۔یہ ناقص و ناداں انسان ہی ہے جو اسے خدا کے بندوں تک نہ پہنچا سکا۔جس طرح میرے اور سارے جہاں کے محسن محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پہنچایا تھا۔ہو سکتا ہے عرب اسے ہم سے بہتر سمجھتے ہوں لیکن شاید وہ بھی پڑھتے ہیں سمجھتے نہیں۔صفحات کی گنتی پوری کرتے ہیں۔ورنہ وہ ہم سے بہتر انسان ہوتے۔کسی عرب کو قرآن پڑھتے ہوئے سینئے گاتے ہوئے نہیں، پڑھتے ہوئے تو میرے یورپین ساتھی بھی قرآن کی پرشکوہ روانی، غنائیت اور بحر سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے جیسے صحرا کے سناٹے میں خاموش سنسان تنہائیوں میں دل کو ابھارنے والا کوئی گیت۔ترجموں میں وہ بات کہاں؟ کوئی تو بات ہے جو اٹھارہ کروڑ انسان اس کتاب پر نثار ہیں۔(صاحب ۱۸۴۰ء میں اتنے ہی مسلمان تھے دنیا میں۔مترجم) قرآن اپنا لاانتہا اثر اس وقت آپ کے دلوں پر شروع کرتا ہے جب آپ اس کی کچھ آیات سمجھ کر اس کتاب کو بند کر چکے ہوتے ہیں اور یہ اثر بڑا ہی دیرپا ہوتا ہے۔ایسا اس لئے ہے کہ یہ سچا اور کھرا پیغام الٰہی ہے۔میں تو یہ کہنے کو تیار ہوں کہ اگر کوئی راہ گم کردہ انسان پراپیگنڈے سے متاثر ہو کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغمبر ماننے سے انکار کر دے تو آپ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب ایسے راہ گم کردہ شخص کو راہ راست پر لانے کے لئے کافی ہونی چاہئے۔دنیا کی واواحد کتاب اور عجیب منظر! لوگ کہتے ہیں۔اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کتاب تم نے لکھی ہے اور کہتے ہیں نہیں لوگو! میں تو محض ایک بشر ہوں تم جیسا۔اور تم جانتے ہو کہ میں امی ہوں، پڑھا ہوا نہیں ہوں۔یہ قرآن جو ہے وحی کے سوا کچھ نہیں جو میرے قلب پر نازل کی جاتی ہے۔سامعین کرام! کیا آپ تاریخ عالم سے کوئی ایک مثال ڈھونڈ کر

لا سکتے ہیں جہاں کسی پرشوکت کتاب کے بارے میں کہا گیا ہو۔ لوگو! یقین مانو یہ کتاب میں نے نہیں لکھی۔

یاد رکھیے! کہ نزول وحی اس کا املا اور کتابت ان سب حالات میں جاری ہے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخر الزماں اللہ کے آخری رسول روئے زمین پر مصروف ترین انسان ہیں۔ زندگی اور موت کی کشاکش ہے جنت اور جہنم کی کشمکش جاری ہے۔ قانون سازی ہے، سپہ سالار ہے، گھریلو ذمہ داریاں ہیں۔ میدان کارزار ہے، تبلیغ ہے، لوگوں کی اصلاح ہے، رعایا کی فلاح ہے، محنت ہے، مشقت ہے، عبادت ہے، دعوت ہے، جنگ ہے، امن ہے، رات ہے، دن ہے، سفر ہے، حضر ہے، جلوت ہے، خلوت ہے، سوال ہیں، جواب ہیں، تعلیم ہے، تربیت ہے، مسجد و منبر، فنا و بقا، تدبیر و تقدیر مسائل کی تشریح ہے، تشریحوں کی تاریخ ہے۔ آپ ہی بتایئے کیا نہیں ہے؟ نبوت کے ان ۲۳ سالوں میں، میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ آپ کی حیات پاک میں سکون کے ایک لمحے کا گزر رہا ہو۔ خیالات کے سمندر میں ایک مقدس ذہن کی کشتی افکار کی لہروں پر ہچکولے کھاتی ہوئی۔ اتنے زبردست طوفان میں اس کشتی کو خالق نے اپنے ہاتھوں سے سنبھالا۔ جبرائیل کو بھیج دیا۔ وہ جبرائیل جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اتنی ہی کھلی ہوئی حقیقت تھا جتنا ہمارے لئے ایک واہمہ یا تصور ہے۔ ذرا غور کیجئے۔ فطرت کا یہ عظیم فرزند جبرائیل کے لائے ہوئے پیغام کو جب عرب کے صحرانشینوں کے آگے روز پڑھتا ہے۔ آئے دن انہیں نئی وحی سناتا ہے تو وہ سب اور زیادہ اس کے دیوانے ہو جاتے ہیں۔ قریب تر ہو جاتے ہیں۔ کیا جھوٹ میں ایسی مقناطیسیت ہو سکتی ہے؟ مجھے اپنے ہم وطنوں کی ذہنیت پر افسوس ہے جو ان حالات پر غور کیئے بغیر ایسے عظیم الشان انسان کی بارگاہ میں گستاخی کرتے ہیں۔

میں نے اپنی ادبی، فکری اور قلمی زندگی سے یہ نتیجہ حاصل کیا ہے کہ کتاب کوئی بھی ہو، اس کی عظمت کا معیار بالآخر خلوص ہوتا ہے۔ بندے کے حق میں اس سے زیادہ مخلص کون ہو سکتا ہے جس نے اسے بنایا۔ قصہ مختصر جس خالق نے بندے کو بنایا۔ اس نے رہنماؤں کے لئے قرآن بھی نازل کیا۔ میں آپ سے سچ سچ کہتا ہوں کہ خلوص کی کسوٹی پر یہ کتاب لاثانی ہے۔ کھری ہے، خالص ہے۔ بدقسمتی ہے انسان کی کہ خالص سونے کے گرد کھوٹ چڑھا دیا گیا ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کتاب الٰہی کے سمجھنے میں نہ جانے کن کن لوگوں نے مختلف طریقوں اور ناموں سے روایتوں کے ڈھیر لگا دیئے ہیں۔ جی ہاں! سونے کے اردگرد کھوٹ۔ میں تو چلا جاؤں گا۔ آپ لوگ جو میری باتیں اتنی محبت سے سن رہے ہیں آپ سب بھی ہمیشہ نہیں رہیں گے لیکن ممکن ہے کہ آج میرے دل سے نکلی ہوئی نوا وقت کا بے رحم ہاتھ محفوظ کر لے اور آپ نہیں تو آئندہ صدیوں میں آنے والے ایک دو صاحب فکر و نظر دنیا تک پہنچائیں۔

جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے تھے اسی طرح ان کی زندگی بھی سچائی کے سوا کچھ نہیں تھی۔ انہوں نے دنیا کو بتایا کہ یہ کائنات نہ کسی کا خواب ہے اور نہ ہی ایک عکس، شبیہ یا مثال! یہ کائنات ایک ٹھوس اٹل حقیقت ہے۔ فطرت کا یہ فرزند عظیم جانتا تھا کہ زندگی اور موت بھی اٹل حقیقت ہے۔ خواب اور واہمہ نہیں۔ آپ ﷺ کے ارشادات میں آسمانی کروں کی، نباتات و جمادات، ہواؤں، پہاڑوں، بادلوں، سیاروں اور ستاروں کا ایسا دلچسپ اور مستند بیان ملتا ہے جو انسانی ذہن کی پیداوار ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ آپ اپنی قوم کو عبرت کے طور پر اور نصیحت و ہدایت کے لئے بار بار انبیائے کرامؑ کی داستانیں سناتے ہیں۔ کبھی ابراہیمؑ، کبھی ہودؑ، کبھی موسیٰؑ، کبھی عیسیٰؑ، کمال یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تاریخ میں گم ہو کر نہیں رہ جاتے۔ وہ تاریخ سے سبق سکھاتے ہوئے اس طرح آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں کہ ان کا پچھلا قدم تاریخ میں ہوتا ہے اور اگلا قدم مستقبل میں لیکن دل و دماغ آج کی حقیقتوں پر توجہ مرکوز رکھتے ہیں۔ جی ہاں! غیر معمولی نظر تھی ان کی، اس دنیا پر اور دوسری دنیا پر۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی حمد وثنا کرتے رہتے ہیں جو عام آدمی کی سمجھ سے باہر کی بات ہے لیکن ان کی حمد ثنا رسمی نہیں ہے اوروں سے مختلف ہے کیونکہ ان کی نگاہ فطرت کی گہرائیوں اور پہنائیوں تک پہنچ جاتی ہے۔ میں اسے نگاہ پاک کہنا چاہتا ہوں اور نگاہ پاک نہ صرف پاک دل کی علامت ہے بلکہ پاک دل کی ثبوت بھی ہے۔ عقیدوں، دلوں، دماغوں، جسموں، جانوں اور زمینوں کا اتنا بڑا فاتح، جب وہ کہتا ہے لوگوں! میں تم جیسا ایک بشر ہوں۔ تم مجھ سے معجزوں کی امیدیں نہ رکھو تو اس کی بڑائی اور زیادہ ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ لوگوں کو سکھاتے ہیں کہ تمہیں میری نہیں ہم سب کے خالق کی عبادت کرنی ہے اور جس کی عبادت کرنی ہے اس کے معجزے تمہارے دائیں بائیں آگے پیچھے، اوپر نیچے ہر سمت بکھرے ہوئے ہیں۔ تمہیں صرف دیکھنے والی آنکھ چاہیئے۔ یہ زمین جس میں تمہارے لئے راستے بنائے تم اس پر رہتے ہو۔ چلتے پھرتے ہو۔ یہ بادلوں کے پہاڑ جو آسمان کی پہنائیوں سے اترتے ہوئے لگتے ہیں، کہاں سے آتے ہیں یہ؟ تم دیکھتے ہو کہ پھر وہ ہوا میں معلق ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ بڑی بڑی سیاہ گھٹائیں پانی برسا دیتی ہیں، وہ حیات بخش پانی جو مردہ زمین کو زندہ کر دیتا ہے، پھر اس زمین سے سبزہ پھوٹ پڑتا ہے اور دیکھو ذرا اونچے اونچے کھجور کے درخت اپنی شاخوں پر کھجور کے خوشے اور گچھے تمہارے لئے جھلاتے ہوئے۔ کیا یہ اللہ کی نشانی نہیں؟ پھر تمہارے مویشی ہیں جنہیں اللہ نے ایسا تابع دار بنایا ہے کہ تم ان سے خدمت لیتے ہو۔ غور تو کرو یہ مویشی تمہارے لئے گھاس کو دودھ بنا دیتے ہیں۔ تم تو ان کی کھالوں سے بھی کپڑے بنا لیتے ہو اور ان کی اون سے بھی۔ شام ڈھلنے لگتی ہے تو وہ خود ہی

گھر آ جاتے ہیں۔کیسی نعمت ہے تمہارے لئے؟ جسے دیکھ کر تم خوش ہوتے ہو۔ پہاڑوں جیسے جہاز ہیں جو سمندروں کا سینہ چیرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ بادبان تم بنالیتے ہو انہیں چلانے والی ہوائیں کون بھیجتا ہے؟ تم معجزوں کی بات کرتے ہو۔کیا تم خود خالق کا معجزہ نہیں ہو۔اس نے تمہیں مٹی سے بنایا۔ یاد ہے تم چھوٹے سے تھے۔ جانتے ہو کہ اس سے چند برس پہلے تم کچھ نہیں تھے۔تمہیں متناسب جسم،قوت خیالات عطا ہوئے،ایک دوسرے کے لئے رحم کا جذبہ تمہارے دلوں میں کس نے ڈالا؟ پھر جب عمر بڑھ جاتی ہے تمہارے بال سفید ہونے لگتے ہیں۔طاقت کمزوری سے بدل جاتی ہے۔آہستہ آہستہ پھر تم ڈوب جاتے ہو،مٹ جاتے ہو ایک بار پھر تم کچھ نہیں ہو۔

معزز سامعین!غور فرمایئے کیا کہہ گئے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم!اگر انسان میں رحم کا جذبہ نہ ہوتا تو کیا ہوتا؟ یہ خیال بھی انسانی ذہن سے بلند،ماورا خیال ہے۔ براہ راست خالق کائنات کا پیغام۔ جو کچھ بھی خیال انسانوں کی دنیا میں بہترین اور صادق ترین ہوسکتا ہے۔وہ ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ملتا ہے۔

بلند ترین ذہنی سطح پاکیزہ اعلیٰ ترین سوچ،میرے خیال میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے انہیں امی رکھ کر انسانیت پر بڑا احسان کیا۔خدا نے انہیں خود پڑھایا۔اپنی بارگاہ سے علم عطا کیا۔دوربین نگاہ صحرا کی طرح وسیع دل نہایت قوی اور زبردست شخصیت خدا نے انہیں براہ راست عطا کئے۔وہ چاہتے تو دنیا کے عظیم ترین شاعر اور فلاسفر بن جاتے۔جس شعبے میں چاہتے بے مثال ہیرو بن جاتے۔

آپ کی نظر ایسی وسیع نظر کہ تمام کائنات کو خالق کی شناخت کا ذریعہ ہی نہیں اس کی لامتناہی قدرت کا نشان سمجھتی ہے۔ پوری کی پوری کائنات اللہ کے وجود ہی کی نہیں اس کی بے حد وحساب قوتوں کی گواہی ہے۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بتاتے ہیں کہ یہ بڑے بڑے پہاڑ جو تم دیکھتے ہو خالق کے ایک ''کن'' کے آگے بادلوں کی طرح روئی کے گالوں کی طرح دھنک دیئے جائیں گے اور کچھ نہیں ہوں گے، کچھ نہیں رہیں گے۔ پہاڑوں کی کیا پوچھتے ہو؟ پورے کا پورا کرۂ ارض لٹو کی طرح گھومتا ہوا خاک اور بخارات کی دھند بن کر لاموجود ہوجائے گا۔جس دن اللہ کائنات سے اپنا ہاتھ اٹھالے گا۔اسی لمحے جو ہے نہیں ہوگا۔ جو کچھ ہے وہ اس عظیم قدرت کے طفیل ہے جس کی صفات کے بیان سے بھی ہم قاصر ہیں۔

دنیا و مافیہا کی حقیقت اس عظیم ہستی کے سامنے بے حجاب رہتی ہے۔دور جدید میں آپ لوگ جسے فطرت کے قوانین کہتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اسے حکومت خداوندی کہنے سے ذرا نہیں جھجکتے۔میرے خیال میں شاید ہی کوئی ایسی بات ہو جو اس سے زیادہ یاد رکھنے کے قابل ہو جو اس صحرانشین نے فرمادیا۔ یہ

ساری کائنات قوانین فطرت میں جکڑی ہوئی ہے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو یہ اصول نہ دیا ہوتا اور یہ اصول کہ اللہ کے قوانین کبھی نہیں بدلتے تو آپ کی سائنس آج بھی گھٹنوں کے بل چل رہی ہوتی۔

متعصب مسیحی کہتے آئے ہیں کہ اسلام نے جسمانیت کا بہت ذکر کیا ہے وہ یہ بات جانتے نہیں یا چھپانا چاہتے ہیں کہ ساتویں صدی عیسوئی میں دنیا بھر میں جسمانیت، نفسانی خواہشات اور حرص وہوس کا جو دور دورہ تھا آپ ﷺ کی ذات اقدس نے اسے اتنا گھٹا دیا جو کسی اور کے بس کی بات نہ تھی۔ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک آسان سا کیف ولطف کا مذہب لے کر آئے تھے۔ آپ غلطی پر ہیں۔ سخت ترین روزے، زبردست اخلاقی پابندیاں، دن میں پانچ دفعہ کی صلوٰۃ، شراب اور جوئے سے مکمل پرہیز، اپنے ہر عمل کو میزان خداوندی میں تولتے رہنا، کیا یہ سب کھیل ہے؟ اور پھر یہ قصہ بھی نہیں کہ اسلام میں جنت مزے سے مل جاتی ہے۔ اس میں تنگ دست فرد کو بھی اور دولت مند شخص کو بھی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان کارزار میں اترنا پڑتا ہے۔ یہاں تو صورتحال یہ ہے کہ سب سے بڑا اعزاز اپنے پالنے والے کے لئے اپنی پیاری جان نثار کر دینا ہے۔ شہادت حاصل کرنا ہے۔ صحیح معنوں میں خدا کا بندہ اسلام میں وہی ہے جو اپنی عزیز ترین متاع کو اس کی بارگاہ میں قربان کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہے۔ کتنی عالی شان تعلیم ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جو چشم زدن میں معمولی سے معمولی کو ہیرو بنا سکتی ہے کہ یہ ہے وہ شخص جس نے اپنی زندگی اپنی دنیا خدا اور رسول ﷺ کی خاطر نثار کر دی۔ ایسے شخص کے آگے دنیا کی ہر کشش ہیچ ہے۔

جب ہی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ خالد بن ولید نے دشمن کے کمانڈروں سے ڈنکے کی چوٹ پر کہہ دیا۔

یاد رکھو! تمہارا مقابلہ اس قوم سے ہے جنہیں موت اتنی ہی پیاری ہے جتنی تمہیں زندگی پیاری ہے۔

غور کیجئے کون ہے جو ایسے جانبازوں کے آگے ٹھہر سکتا ہے۔ یہ ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم جو بجھے ہوئے دلوں میں ایمان کے شعلے بھڑکا دیتی ہے۔

بدقسمت ہیں وہ لوگ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسی پاک ہستی پر خواہشات نفس کے الزام لگاتے ہیں۔ ایسی باتیں وہ لوگ لکھ گئے جو آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چند سو برس بعد اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے اسلام کے غیر مسلم متعصب دشمن تھے۔ آج کے مغربی محققین ان ہی دشمنوں کی دوات سے سیاہی چراتے ہیں۔ ذرا سوچو تو سہی جو کی روٹی، کھجور اور پانی پر گزارہ کرنے والا شخص کبھی عیش وعشرت کی طرف مائل

ہوسکتا ہے؟ جب یہ عظیم الشان ریاست مدینہ کا حاکم ہے تو کون سی نعمت ہے جو وہ حاصل نہیں کرسکتا لیکن عالم یہ ہے کہ مہینوں اس کے چولہے میں آگ نہیں جلتی ایسی کوئی اور مثال تم لا سکتے ہو؟

جی ہاں! جو کی روٹی، کھجور، ستو اور پانی پر گزر بسر کرنے والی یہ عظیم ہستی تاجدار مدینہ تھی۔ ایسی تاجدار ہستی جس کے قدموں پر دنیا کے سب تاج و تخت نثار۔ زمینوں کا نہیں، دلوں کا بادشاہ۔ انسانوں کی محبتوں اور عقیدتوں کے سب جہانوں کا حکمران۔ لوگ تو اس کے وضو کئے ہوئے پانی میں برکت ڈھونڈتے ہیں۔ دین و دنیا کی فوز و فلاح ان کی ایک نظر کرم۔ اور وہ عظیم انسان اپنے جوتے بھی اپنے ہاتھوں سے سی لیتا ہے۔ اتنا امیر انسان، اتنا غنی، اتنا سخی اور مالا مال کہ اس کی غربت پر ہزار سلطنتیں نچھاور۔ وہ غربت جو اس کی اپنی اختیار کردہ تھی۔ وہ اس سادگی اور درویشی کو اپنا فخر کہتا رہا۔ اس درویشی میں جو نکتہ پنہاں ہے وہ اس پیغمبر اعظم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا بھی آج نہیں سمجھتے۔ آپ چاہتے تو خزانوں کے ڈھیر آپ کے قدموں میں رہتے لیکن آپ اتنے تونگر انسان تھے جو تونگری اور امیری کو دل کی تونگری اور امیری قرار دیتے تھے۔ شاہ مدینہ کے قدموں میں جو رزق و مال و اسباب پیش ہوتا تھا۔ اسے وہ ضرورت مندوں میں تقسیم کئے بغیر سو نہیں سکتے تھے۔ کیا آپ گندم کی روٹی، دودھ، بالائی، مکھن، گوشت اور مرغ مسلم اور پلاؤ تناول نہیں فرما سکتے تھے؟ بات یہ ہے سامعین وہ یہ سب آسائشیں استعمال کر سکتے تھے لیکن استعمال نہیں کرتے تھے۔ اس لئے استعمال نہیں کر سکتے تھے کہ تبوک کے شمال میں اور نجران کے جنوب میں، طائف کے مغرب میں اور ربع الخالی کے مشرق میں ہر ہر بدو کو یہ آسائشیں میسر نہیں تھیں۔ وہ غریب بدو جو کی روٹی، کھجور، ستو اور پانی سے اپنا پیٹ بھرتا تھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس سے آگے بڑھنا نہیں چاہتے تھے۔ میرے ہم وطنو! میں تمہیں چیلنج کرتا ہوں کہ ایسی درویشی اور ایسی تونگری ایسی قلندری اور ایسی سکندری، ایسی غربت اور ایسی امیری کی صرف ایک مثال انسانوں کی تاریخ سے ڈھونڈ لاؤ۔ ہو سکے تو ڈھونڈ لاؤ اور تم ایسا نہیں کرسکو گے۔ اگر ایسی مثال تمہیں کہیں ملے گی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے نام لیواؤں میں ملے گی اور کہیں نہیں۔ یہ کیسا بادشاہ ہے جو محنت کش بھی ہے، محنت کش انسانیت کا محور اور مقناطیس! ۲۳ برس کے طویل دور نبوت میں عربوں جیسی سرکش قوم دن رات آپ کے ابرو کے اشاروں کی منتظر رہتی ہے۔ جنگ جو مہم پسند، تنک مزاج، آتشی فطرت، لوگ جتنا اس ہستی کے قریب ہوتے ہیں اتنا ہی اور زیادہ قریب ہوجاتے ہیں۔ اتنا ہی عقیدت مند اور پروانوں کی طرح جانثار بن جاتے ہیں۔ کوئی تو بات تھی اس مقدس ہستی میں۔ میں سمجھتا ہوں عرب کے نیم وحشی صحرانشینوں کو قانون اور احکام کے دائرے

میں لانے اور رکھنے والا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی اور شخص ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ان عربوں نے آپ ﷺ کو پیغمبر مان لیا تھا۔ ٹھیک ہے لیکن ذرا شان پیغمبری تو دیکھو کہ نہ اس میں کوئی راز ہے نہ اسرار۔ وہ لوگوں کے سامنے اپنے کپڑوں میں ٹانکے لگا رہا ہے۔ جوتا سی رہا ہے۔ ان کی نفسیاتی تربیت بھی کرتا جاتا ہے۔ انہیں حکم دیتا ہے اور احکام کی تعمیل میں ان کے ساتھ شریک بھی ہے۔ میدان کارزار میں وہ چٹان کی مانند استقامت کا پیکر ہے۔

سامعین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو بارہ سو برس کے بعد ہم بہتر جانتے ہیں یا ساتویں صدی عیسوی کے وہ سادا لیکن تیز نگاہ عرب جانتے تھے جو دن رات آپ کے گرد اس طرح منڈلاتے تھے جس طرح آپ اس ہال کے دلکش بڑے چراغ کے گرد پروانوں کو منڈلاتا دیکھ رہے ہیں۔ آپ اس مقدس ہستی کو جو چاہیں سمجھیں یہ میرا فرض منصبی ہے کہ آج کی شام اپنے معزز حاضرین کو اور آنے والی نسلوں کو یہ بتا جاؤں کہ دنیا کے کسی بادشاہ، حکمران، فاتح، سلطان، راجہ یا مہاراجہ کو اپنی رعایا کا اتنا احترام، محبت اور عقیدت نصیب نہیں ہوئی جو عرب کے اس کملی پوش بادشاہ کو عطا ہوئی۔ لبادہ ایسے اوڑھے ہوئے جس میں اس نے اپنے مقدس ہاتھوں سے جابجا پیوند لگا رکھے تھے۔ محبتوں کی یہ دیوانگی ۲۳ سال لگاتار چلتی ہے بلکہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ انسانوں کا کوئی ایسا ہی ہیرو اتنا محترم انسان آپ کو کہیں اور، کوئی اور دکھائی دیتا ہے؟

آپ کی حیات پاک درخشاں جواہرات سے مزین ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بچہ فوت ہو جاتا ہے تو فرماتے ہیں۔ ''اللہ ہی عطا کرتا ہے اور وہی لے جاتا ہے۔ بلند نام تو اسی کا ہے'' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ پسندیدہ غلام زید غزوہ موتہ میں شہید ہو جاتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جوان مردی سے فرماتے ہیں۔ ''زید ہمیشہ اپنے مالک کا دم بھرتا رہا اور اب وہ اسی کے پاس چلا گیا ہے'' پھر چند لمحے بعد زید کی بیٹی کیا دیکھتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم زید کی میت کے قریب بیٹھے آنسو بہا رہے ہیں۔ وہ لڑکی پوچھتی ہے کہ ''یہ کیا ہے رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم جواب دیتے ہیں ''یہ ہے تقاضائے بشری ایک دوست کی محبت اپنے دوست کے لئے''

ایسی عظمت کی مثال لا سکتے ہو تو لاؤ کہ اپنی وفات سے دو دن پہلے وہ مسجد میں چلا جاتا ہے اپنی کمر سے کپڑا اٹھا کر کہتا ہے ''لوگو! اگر میں نے تم میں سے کسی کو دکھ دیا ہو تو آؤ یہ میری کمر حاضر ہے اور یہ زمین پر کوڑا پڑا ہے جو بدلہ لینا چاہے آج کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ سے بدلہ لے لے''۔

آپ نے دیکھا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ کہہ رہے ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ

نہیں فرماتے۔ اس لئے تا کہ شان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں کوئی شخص جھجک میں پیچھے نہ رہ جائے۔ اتنے بڑے ہجوم میں صرف ایک شخص اٹھتا ہے۔ آپ نے ایک بار مجھ سے تین درہم قرض لئے تھے اور پھر اس بے تاج بادشاہ کے ماتھے پر شکن تک نہیں آتی۔ خندہ پیشانی کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہوئے قرض لوٹا دیتے ہیں کہ ''آج کے دن کی شرمندگی یوم آخرت کی شرمندگی سے بہت آسان ہے'' یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم کردار۔ ذرا اپنے دلوں کو ٹٹولیئے۔ کیا وہ ہمارے اپنے نہیں لگتے؟ کیا آپ کو ایسا محسوس نہیں ہوتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ہم سب ایک ہی مادر فطرت کی اولاد ہیں۔ ہم ان صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں اور وہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہیں۔

میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس لئے بھی بے انتہا محبت کرتا ہوں کہ آپ کی زندگی میں دکھاوے کا شائبہ تک نہیں ملتا۔ عرب کے یہ صحرا نشین جو ہیں جیسے ہیں بس وہ ہی ہیں۔ انہیں اپنے اور دوسروں کے کام کرنے میں خدمت بجالانے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی بلکہ وہ اس میں اعزاز پالیتے ہیں۔ وہ کبھی نہیں کہتے یا ظاہر کرتے جو وہ نہیں ہیں۔ تکبر تو انہیں چھو کر نہیں گزرا۔ ان میں انکساری ہے لیکن ایسی انکساری ہرگز نہیں جو ان کی عزت نفس کو مجروح کر سکے۔ صحرا کا بدو ہو یا سلطنت روما و فارس کے بادشاہ ہوں۔ وہ سب سے ایک ہی انداز میں مخاطب ہوتے ہیں۔ ایسا جب ہی ممکن ہے کہ انسان دوسروں کو بھی سمجھتا ہو۔ انسانیت کے مقام کو پہچانتا ہو اور یہ بھی جانتا ہو کہ وہ خود بھی ابن آدم ہے اور دیگر لوگ بھی خدا کے بندے ہیں اور خدا کے سب بندے لائق عزت ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم مشن کی ترقی کے دوران آپ کو جنگیں بھی پیش آتی ہیں۔ جنگ جو فطری طور سے ظالمانہ ہوتی ہے لیکن ان حالات میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رحم و کرم، جود و سخا اور عفو و درگذر کے عالی شان منبر پر تشریف فرما دیکھتے ہیں۔

اللہ کے آخری نبی اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتماد اپنے مالک پر اتنا محکم ہے کہ وہ حالت جنگ میں موت و حیات کی کشمکش میں بے مثال طریقے سے ثابت قدم رہتے ہیں۔ دشمن کا زور بڑھتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہی الفاظ جاری ہوتے ہیں۔ ''میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں اور میں اللہ کا نبی ہوں جو میں کہہ رہا ہوں اس میں دروغ اور شک کا گزر تک نہیں''۔ میدان کارزار کی حقیقت کو زندگی اور موت کی کشمکش کو وہ حق و باطل کی جنگ سمجھتے ہیں۔ اسی لئے نہ وہ کسی کی موت پر خوش ہوتے ہیں نہ معذرتانا انداز اختیار کرتے ہیں اور اپنی فتح پر کسی فخر و مسرت کا اظہار نہیں کرتے۔ وہ انسانی ذاتیات سے

کہیں بلند ہستی ہیں۔ سچائی کا غلبہ چاہتے ہیں۔ کیا سچائی موت وحیات سے بالاتر نہیں ہوتی۔ جس نے حق کی خاطر جان دی اس کا انعام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خالق کے پاس اور جس نے باطل تلوار اٹھائی اس کا معاملہ بھی اسی خالق کے پاس!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول صاف، سیدھا، دوٹوک ہر الجھاؤ سے پاک غزوہ تبوک کا موقع آتا ہے تو کچھ لوگ اس میں شرکت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے گرمی بہت ہے تو کوئی پکی ہوئی کھیتیوں کا بہانہ پیش کرتا ہے۔ ذرا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استدلال ملاحظہ ہو تمہیں کیا ہوا ہے؟ تم فصلوں اور کھیتیوں کی بات کرتے ہو یہ تو سب دو چار دن کی بات ہے۔ اس کھیتی کے بارے میں سوچو جو لازوال، لافانی اور ابدی ہے۔ سخت گرمی؟ ہاں! سخت گرمی ہے لیکن جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے۔ کافروں سے خطاب کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نہایت متناسب طنز کا استعمال بھی کر لیتے ہیں۔ اس بڑے دن کو یاد رکھو جب تمہیں اپنے کئے کا پورا پورا پھل مل کر رہے گا۔ دیکھو گے کہ تمہیں بدلہ پورا پورا ملے گا۔ اس میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی جہاں جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پڑتی ہے حقیقت کے پاتال تک پہنچ جاتی ہے پھر وہ قرآن میں اس طرح بیان ہوتی ہے کہ ایک ایک لفظ کئی جملوں کو بیان کر دیتا ہے بلکہ ان پر بھاری رہتا ہے۔ آپ کی نصیحت میں کوئی دورخی نہیں۔ وقت سب کچھ ہے اسی وقت سے اے بنی نوع انسان! تم اپنی دنیا سنوار و پھر اسی وقت سے تمہاری آخرت خود بخود سنور جائے گی۔ وقت کا ایسا استعمال جو سب مخلوق کے لئے باعث راحت ہو۔ دنیا کے بڑے بڑے لوگ خیالات وافکار تھیوری اور اندازے اور اپنے اپنے طرز کے تلاش، جستجو اور تحقیق کے راستوں میں گرتے پڑتے زندگی کا سفر پورا کر دیتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ بہت ہی دردناک گناہ ہے۔ شاید تمام قابل تصور گناہوں کی جڑ یہی ہے کہ ہم جھوٹ کے ساتھ باطل کے ساتھ تجربے کرنے میں اپنی زندگی صرف کر دیں۔ تجربے کرنے ہیں تو جی بھر کے تجربے کرو۔ دنیا کی ہر تھیوری کو آزماؤ۔ ٹیسٹ کرو۔ اسے پرکھو۔ قرآن کی سچائی کو ٹیسٹ کرنے بیٹھو گے تو چھوٹے ہو جاؤ گے۔ پہاڑوں سے اونچی بادلوں کے پار آسمانوں سے بلند سچائی خالق کائنات کا کلام۔ اسے شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھو گے تو خود کو کیڑے مکوڑے محسوس کرو گے۔ کیا تم اس سے بڑی توہین اپنے لئے گوارا کر سکتے ہو؟ کیا اس سے بڑا گناہ تصور کر سکتے ہو کہ دھرتی کے سینے پر دو پاؤں پر کھڑے ہونے کے بجائے افلاک کے پیغام کو ٹھکرا کر مٹی میں حشرات الارض کی طرح رینگنے لگو۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ناقد، آپ کے دشمن، آپ کی ذات پاک میں عیب تلاش کرنے کی ناکام

کوشش کرتے ہیں۔ مجھے تو ہنسی آتی ہے کہ ان ناقدین کی بڑی سے بڑی خوبیاں بھی آپ کے نام نہاد عیوب کے سامنے کالی سیاہ نظر آتی ہیں۔ وہ لائق احترام حسن کردار میں تراشا ہوا شخص اپنی ۶۳ سالہ ہجری زندگی میں، جی ہاں! پوری زندگی میں کسی سے سخت بات کہتا ہی نہیں اور کسی پر ہاتھ اٹھاتا تک نہیں۔ اس وقت بھی نہیں جب وہ زبردست قوتوں کا مالک ہے۔ ہر روز ہر لمحہ آپ کی مقدس شخصیت سے نیکیوں، خوبیوں اور پاکبازیوں کی کرنیں پھوٹتی ہیں۔ شاید اس لئے کہ آپ دل پاک رکھتے ہیں اور عدل وتوازن آپ کا مزاج مبارک ہے۔

مسیحیت کی مشہور تعلیم کہ ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسرا گال پیش کر دو ایک اور طمانچے کے لئے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں آپ کو ایسی ناممکن تعلیمات نہیں ملیں گی۔ یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ تم بدلہ لے سکتے ہو لیکن مساوی اور عدل کے دائرے کے اندر۔ پھر بھی معاف کر دو تو یہ تمہاری عظمت ہے۔ دیکھا آپ نے! قدرت کے باوجود درگزر۔ یہ ہے وہ بلندی جہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اسلام آپ کو لے جانا چاہتا ہے۔

بنی نوع انسان کی مساوات کا اتنا بڑا ایڈوکیٹ نہ دنیا نے دیکھا اور نہ سوچا۔ ایک مومن کی زندگی کے آگے دنیا کی سب بادشاہتیں نثار! آپ زکوٰۃ وخیرات کی صرف تلقین ہی نہیں کرتے اس مشکل ترین نظام کو نافذ کر کے دکھا دیتے ہیں۔ کس کمال کا انقلاب پیدا کیا دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے! کہ ہر مسلمان یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اگر اس نے اپنی کمائی سے ضرورت مندوں کو عطا نہ کیا تو یہ ان کا نقصان نہیں اس مسلمان کا اپنا گھاٹا ہے۔ جو مال وہ دیتا ہے قرآن کے تحت دراصل وہ اس کا ہے ہی نہیں۔ وہ تو غریب اور ضرورت مند کا حق ہے۔ اس کا مال ہے۔ کیا یہ انسانیت کے دلوں کی آواز نہیں ہے؟

یہ بات جو عیسائی محققین کہتے رہتے ہیں کہ اسلام کی جنت اور جہنم بس جسمانیت ہی جسمانیت ہے سراسر غلط ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے مؤرخین اور محدثین نے جنت وجہنم کے جو جسمانی نقشے کھینچے ہیں اس نقشہ گری کے جرم کے یہ لوگ ذمہ دار ہیں نہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! قرآن کریم میں بہشت کی آسائشوں کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے وہ روحانیت پر مبنی ہے نہ کہ لفظی معنوں پر۔ وہاں کی بہشت کی خوشیاں روحانی ہیں، مثلاً وہاں نہ خوف ہوگا نہ غم اور خالق کائنات کی موجودگی دیگر تمام آسائشوں پر چھا جائے گی۔

فرماتے ہیں دیکھو! جنت میں بھی تم ایک دوسرے کو سلام کہو گے۔ امن وسکون راحت ومحبت کا تحفہ

لو گے۔ مسندیں بچھی ہوں گی جن پر تم آمنے سامنے بیٹھے ہو گے تمہارے دلوں سے تمام رنجشیں اور کینے مٹا دیئے جائیں گے۔ تمہاری باہم محبت بذات خود ایک بہشت ہو گی۔ کیا خوشگوار چیزوں سے لطف اٹھانا برائی ہے؟ جی نہیں! برائی ہے اپنی اخلاقیات کو آسائشوں کا غلام بنالینا۔ اگر جنت اور جہنم میں آپ کو جسمانی جزا اور سزا کے ارشادات ملتے ہیں تو کیا وہ انسانی فطرت کے عین مطابق نہیں ہیں؟

خالق کائنات کو انسانوں کو سمجھانے کے لئے انسانوں کی زبان میں اور ان کی ذہنی سطح کے مطابق ہی پیغام دینا تھا۔

انصاف کا دن، یوم قیامت ''یوم الدین'' کون سا دل ہے جس میں اپنی بے گناہی ثابت کرنے کی آرزو کروٹیں نہ لیتی ہو۔ ۱۹ویں صدی کے وسط میں برطانیہ کا ایک عام آدمی ۶۰ برس کی زندگی پالینے کی امید کرسکتا ہے جب یہ ساٹھ برس گزر جاتے ہیں تو کیا وہ زندگی ایک دو دن کی محسوس نہیں ہوتی۔ مایوسی اور ناامیدی کی اس صورتحال میں محسن انسانیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام ہمیں حیات جاوداں کا مژدہ سناتا ہے۔ یہ حسین ترین سچائیوں میں سے ایک سچائی ہے۔ دل سے لگالینے کے لائق۔ سوال اٹھتا ہے کہ بندے کا انجام کیسا ہے؟ اللہ کا آخری پیغمبر فلسفیوں کی طرح فائدے اور گھاٹے اچھائی اور برائی نیکی اور بدی کے کھاتے کھول کر نہیں بیٹھ جاتا۔ وہ سیدھی سی بات سکھاتا ہے۔ پھر اگر تمہاری بھلائیوں کا وزن میزان خداوندی پر زیادہ نکل آیا تو تم پاس ہو گئے۔ فوز و فلاح پا گئے حیات بعد حیات میں آگے بڑھنے کے لائق ہو گئے۔ اب تمہیں نہ کوئی خوف ہے نہ کوئی ڈر نہ غم۔

اے یورپی دانشورو! اگر تم اپنی ضد پر قائم رہنا چاہتے ہو کہ اسلام مسیحیت سے نکلا ہے تو یہ بھی ماننا ہو گا کہ اس طرح نکلا ہے جیسے رات کی تاریکیوں سے سورج نکلتا ہے۔

سامعین! فطرت کو ہم اگر ماں تصور کرلیں تو مجھے کہنے دیجئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مادر فطرت کے چہیتے اور معزز ترین فرزند ہیں۔ ان کی نگاہوں سے ایک لمحے کے لئے بھی یہ بات اوجھل نہیں ہوتی کہ وہ آمنہ اور عبداللہ کے بیٹے بھی ہیں اور اللہ کے عالی مقام پیغمبر بھی۔ حق بات کہنے میں بے باک اور مزاجاً نرم رو اور شرمیلے۔ آپ جو دیکھتے ہیں، جو فرماتے ہیں۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل و دماغ دونوں ہمیشہ ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ آپ کے بے مثال کلام کی تاثیر کا یہ ایک بڑا سبب ہے۔ یقین اور ایقان! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین اور ایقان! جس پر ان کے خدا نے قرآن کریم میں بار بار مہر تصدیق ثبت کی۔

''ایسا ہوگا بالضرور ہوگا۔ یہ بات سچ ہے یقیناً اور وہ باطل ہے یقیناً''۔

سامعین! ایک اور بات ہے جو مجھے اس مقدس ہستی کے بارے میں بار بار حیرت زدہ کرتی ہے۔ دنیا کی تہذیبوں سے کٹے ہوئے ایک صحرائی شہر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوتے ہیں علم کی کوئی شمع مکہ میں منور نہیں ہے۔ یونان، روما، فارس، ہند کے قدیم حکماء کے درس صحرا کے اس فرزند ﷺ کے قریب سے نہیں گزرتے۔ نہ معلم ہیں نہ مدرسے نہ کتابیں اور پھر عالم انسانیت کا عظیم ترین رہبر بننے والا شخص پڑھنا بھی نہیں جانتا لیکن آپ ان کی پیغمبرانہ زندگی دیکھئے یا طفلی اور شباب کا مطالعہ کیجئے۔ کہیں آپ کو اشارہ تک نہیں ملے گا کہ آپ کچھ سیکھ رہے ہیں۔ نبوت کے ۲۳ برس ہی نہیں اس ہستی مکرم کی ۶۳ سالہ ہجری ساری کی ساری آنکھیں کھول کر بلکہ آنکھیں کھول کھول کر دیکھئے۔ زندگی مبارک کے کسی مرحلے میں کسی ایک دن یا ایک لمحے میں آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کردار، حکمت، برتاؤ اور اخلاق میں کجی تلاش نہیں کرسکیں گے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں ایسا کوئی اور فرد بھی دنیا میں گزرا ہے؟ ٹھیک ہے اسے کسی نے نہیں سکھایا۔ وہ صلی اللہ علیہ وسلم تو عالم انسانیت کو سکھانے والا تھا۔ اسے کون سکھاتا۔ جب میں اپنے آپ سے سوال کرتا ہوں کہ اس عظیم ٹیچر کو تمام کی تمام حکمتیں خود بخود کیسے حاصل ہوگئیں تو میرے دل سے صدا اٹھتی ہے، میرے ضمیر کی آواز پکار پکار کر کہتی ہے، نہیں نہیں! ایسا نہیں ہوسکتا۔ خود بخود کوئی یہ سب کچھ نہیں سیکھ سکتا۔ عبداللہ کے فرزند کے معاملے میں نہ انسان ٹیچر ہے نہ ماحول نہ کتابیں۔ پھر کون ہے آپ کا ٹیچر؟ دل تھام کر سوچئے۔ خدا کے سوا کوئی اور ہوسکتا ہے؟

جوہن گوئٹے نے اپنی کتاب میسٹر ز ٹریولز "Meister's travels" میں کتنی اعلیٰ تمثیل پیش کی ہے، کہانی کا ہیرو ایک ایسی بستی میں آرہتا ہے جہاں لوگوں کے عجیب عجیب اور مختلف طریقے ہیں۔ افراتفری کے اس ماحول کو سدھارنے کے لئے کتاب کا ہیرو ایک انوکھا تصور پیش کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ آج سے ہر شخص اپنی صرف ایک خواہش کو ترک کردے۔ فقط ایک خواہش کو ترک کردے۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ آناً فاناً بستی کا مزاج ہی بدل جاتا ہے۔ یکا یک ہزاروں خواہشیں ترک ہوگئیں تو آپ کے جھگڑے مٹ کررہ گئے۔ وہی بستی جہاں ہنگامہ آرائی اور بے سکونی رہتی تھی ایک دن میں پرامن ہوگئی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ دنیا کی عظیم ترین ہستی نے اپنا بھرپور انقلاب بغیر خواہشات کو ترک کئے مکمل کر دکھایا۔ جی ہاں! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں مادیت سے ہرگز انکار نہیں۔ آپ جو تعلیم پیش کرتے ہیں اس میں دنیا اور آخرت کی تمام خوشگواریاں شامل ہیں۔ رنگ، خوشبو، خوشحالی، بہتی ہوئی شفاف نہریں، قدرت کی اور انسان کی تمام حسن کاریاں، سہانے موسم لذیذ غذائیں، اچھے اچھے گھر، صفائی، ستھرائی، پاک فطرت، حسین

ساتھی، سجتے ہوئے لباس، امن وسکون، سلام ہی سلام، نہ کوئی خوف نہ کوئی غم۔ یاد رکھئے! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں نعمتیں اور خوشگواریاں صرف آخرت کا وعدہ فردا نہیں، ان کا تجویز کردہ نظام اپنا لیجئے اور سیارۂ ارضی کو بہشت بریں بنا لیجئے۔ غور کر لیجئے کیا بنیادی ضروریات کے بغیر انسان دنیا میں آیا تھا؟ کیا ان ضروریات کے پورا ہوئے بغیر وہ جی سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اسلام مادی چیزوں کا انکاری نہیں۔ وہ جنت کی تعمیر کیلئے آسائشوں کی بھی ترغیب دیتا ہے۔ انجیل کی طرح اسلام یہ نہیں سکھاتا کہ ''مال دار کا جنت میں داخلہ اس سے مشکل ہے کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گزر جائے''۔ تو کیا اسلام مال و دولت، خزانے اور مادی چیزیں سمیٹ لینے کی تلقین کرتا ہے نہیں نہیں! ہرگز نہیں۔ وہ تو صرف مادہ پرستانہ ذہنیت "Materialistic Mentality" کو ٹھکراتا ہے۔ حرص جس کی ناک میں نکیل ڈال کر یہاں وہاں گھمائے پھرتی ہے۔ وہ ذہنیت جس میں صرف میں اور میرا رہ جاتا ہے تو اور تیرا، وہ اور اس کا کچھ نہیں ہوتا۔

جنت اور جہنم کو جس خوبی سے قرآن بیان کرتا ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ لوگ کہتے ہیں کہ بہشت کے چشمے، نہریں، سبزہ، اچھے ساتھی، عربوں کا خواب تھے اور سخت گرمی میں جھلسنے والے عربوں کے لئے بھڑکتی ہوئی آگ ہی جہنم کا تصور پیش کر سکتی تھی۔ میں برطانیہ میں اپنے ہم وطنوں سے پوچھ رہا ہوں۔ آپ میں کون ہے جسے بہتی ہوئی نہریں، شفاف پانی کے ابلتے ہوئے چشمے، سبزہ زار اور پیارے ساتھی اچھے نہیں لگتے اور وہ کون ہو سکتا ہے جسے بھڑکتی ہوئی آگ میں گرنے کا شوق ہو؟

پھر کمال یہ ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت دوزخ کا تصور انسانوں کی ذہنی سطح پر چھوڑ دیا۔ فرمادیا انہوں نے کہ بہشت ایسی جگہ ہے جو درحقیقت نہ کسی آنکھ نے دیکھی نہ کسی کان نے سنی، نہ کسی دل میں اس کی حقیقت کا خیال تک گزرا۔ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا صاف کہتا ہے ''جنت جہنم کیا ہے؟ تمہارے اعمال جو میں تمہیں لوٹا کر دے رہا ہوں''۔

بتایئے! آخرت کا اس سے بہتر تصور آپ کو کہیں اور مل سکتا ہے؟ پھر میزان پر بھی توجہ فرمالیجئے۔ عذاب اور ثواب یہاں وہاں بٹ نہیں رہا ہے۔ یہاں تو اعمال کا وزن ہو رہا ہے۔ میزان کے دو پلڑے ہیں۔ استعارہ سمجھ لیجئے۔ تمہاری زندگی میں اگر انسانی فلاح کے کام بھاری رہے تو گویا دایاں پلڑا جھک گیا کہ یہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں خیر ہے اور نتیجہ دیکھئے کتنا قابل رشک ہے! ہمیشہ کی زندگی۔ حیات جاوید! اور وہ بدقسمت جس کا بایاں پلڑا جھک گیا کون ہوگا وہ؟ جس نے اپنے گھرانے اور معاشرے کے حقوق مارے ہوں گے۔ ذہن اچانک اڑ کر اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ایسا شخص ہمیشہ کی موت مر جائے گا

لیکن قرآن کہتا ہے کہ جس نے انسانوں کا حق ادا نہ کیا، وہ دوسری زندگی میں مریں گے نہیں لیکن جیئیں گے بھی نہیں۔ زندگی اور موت کے بیچ میں کوئی شخص لٹکا ہو وہی اس کیفیت کو سمجھ سکے گا۔ ہم صرف اندازہ لگا سکتے ہیں۔کیسی دہشت ناک کیفیت ہوسکتی ہے! پر ہول، رنجور، دردانگیز!

سامعین! کمال یہ ہے کہ شاہ مدینہ انسانوں کو اس خوبی سے اپنے اللہ کا پیغام دیتے ہیں کہ انہیں جنت اور جہنم اپنے قریب، بہت قریب محسوس ہونے لگتی ہے۔ آپ فرمادیتے ہیں لوگو؟ جنت اور جہنم تو جوتے کے تسمے سے زیادہ تمہارے نزدیک ہے۔ مجھے تو وجد آجاتا ہے۔ اس طرز تخاطب پر۔ صاحب ایمان شخص صرف آخرت کے خوف وامید میں نہیں جیتا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا تربیت یافتہ شخص غلط کام کرتے ہوئے خود کو جہنم کے قریب محسوس کرنے لگتا ہے اور جب وہ نیکی کا ارادہ ہی کر لیتا ہے تو اسے بہشت کی کھڑکیوں سے ٹھنڈی ٹھنڈی خوشبودار ہوائیں چلتی آتی گاتی محسوس ہونے لگتی ہیں۔

سامعین! محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہستی جن کے شایان شان احترام کے لئے دنیا کی کسی زبان میں الفاظ مل ہی نہیں سکتے۔ ان کی خود اعتمادی ملاحظہ فرمائیے۔ وہ پہلے ہیں اور پہلے چلے جارہے ہیں لوگو پر ہیبت کلام کو سن کر موم کی طرح پگھل جاتے ہو حالانکہ تم پتھر کی طرح سخت بننے کی کوشش کرتے ہو۔ تم اسے چھپ چھپ کر سنتے ہو، ڈرتے بھی ہو کسی کے کانوں میں نہ پڑ جائے۔ تم اس کلام کی شوکت دیکھ کر اتنے حیران ہوتے ہو کہ تمہاری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کلام عربی ہے کیا؟ کبھی کہتے ہو یہ شاعری ہے۔ پھر بول اٹھتے ہو نہیں نہیں! شاعری اتنی پر حکمت نہیں ہوسکتی۔ پھر نیا خیال لاتے ہو۔ یہ تو جادو ہے۔ تم میں کا کوئی دانش مند چیخ اٹھتا ہے کہ ہم اس کلام عربی کو آسانی سمجھ تو لیں لیکن کیا کریں؟

کہاں جائیں! یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تو ہماری طرح کا آدمی ہے۔ کھاتا پیتا بھی ہے۔ بازاروں میں چلتا پھرتا بھی ہے۔ میرے متعصب ہم وطنو! میں یقین سے کہتا ہوں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ کوئی اور شخص ہوتا تو محض اس نازل ہونے والے کلام کے برتے پر دعویٰ کر بیٹھتا۔ میں تو فرشتہ ہوں، اوتار ہوں، دیوتا ہوں، لیکن آپ جواباً یہی فرماتے ہیں ہاں! میں تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ بات بس اتنی ہے۔

میں کہتا ہوں بات اتنی ہی نہیں تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ بہترین شہری، بندہ دل نواز، اعلیٰ درجے کا لیڈر، صاحب فکر، اول درجے کا خطیب، صاحب کردار، زبردست کمانڈر، بہترین ساتھی، عظیم فرزند، بے مثال بیٹا اور باپ، صف اول کا قانون ساز، دلوں کا فاتح، دماغوں کا حکمراں، پھر بھی خود کو صرف بشر کہتا ہے، لوگو! پھر یہاں ٹھہر نہیں جاتا۔ وہ یہ بھی کہتا ہے

کہ تم تدبر کرو سوچو، غور کرو۔ وہ معجزے دکھا کر لوگوں کے ذہنوں کو ماؤف نہیں کر دیتا۔ ان کی عقلوں کو معطل نہیں کر دیتا۔ وہ فرماتا ہے تم اکیلے اکیلے اور کبھی مل جل کر میرے پیغام پر غور کرو چاہو تو میری ذات پر الزامات لے سکتے ہیں۔ ایسی ایک مثال کہیں سے ڈھونڈ کر؟ کتنی دلچسپ بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن ابوجہل کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کو جھوٹا یا برا کہہ ہی نہیں سکتے۔ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو اپنانا نہیں چاہتے۔ انانیت "EGO" خود پرستی کی جو مثال ابوجہل پیش کر گیا وہ بھی اس باب میں حرف آخر ہے۔ اتنا ٹھوس اقرار! اس پر انکار اتنا کمزور! جیسے حجر اسود پر مکڑی نے جالا بن دیا ہو۔ جیسے دو پہر کے سورج کے نیچے سفید بادل کی کوئی ٹکڑی گذر رہی ہو۔ اللہ اکبر!

اب ذرا فکر کا ایک قدم اور آگے بڑھایئے۔ کیا دنیا میں کبھی کیا تاریخ میں کسی انسان نے اپنے دشمنوں سے یہ کہا ہے تم سب مل جل کر مجھ پر نازل ہونے والے کلام جیسی ایک سورہ بنالاؤ۔ اپنے حمایتیوں کو بھی ساتھ لے آؤ۔

سرداروں، جغادریوں، فرعونوں اور طرم خانوں کے دلوں میں بھونچال پیدا کرنے والا اعلان!

> میں اپنے اللہ کا ایک بندہ صحیح جیسے تم سب اس کے بندے ہو۔ قرآن میری کتاب نہ سہی کہ اس میں تمہارا ہی تذکرہ ہے اور اس کا مصنف خداوند عالم ہے۔ میں بھی تمہاری طرح ایک جسم رکھتا ہوں، سوتا ہوں، جاگتا ہوں، کھاتا ہوں، پیتا ہوں، بازاروں میں چلتا پھرتا ہوں۔ اگر تم میرے مقدس پیغام سے انکار کرتے ہو، اپنی دشمنیوں میں بڑھتے چلے جاتے ہو تو ایسا کرو کہ سب آپس میں مل کر میرے خلاف کوئی تدبیر کرلو اور ہاں یاد رکھو مجھے ذرا سی مہلت بھی نہ دینا۔

پھر کون سی تدبیر ہے جو آپ کے دشمن اٹھا رکھتے ہیں اور کون سی شکست اور کون سی ہزیمت ہے جو ان ظالموں کو اٹھانی نہیں پڑتی۔ لوگ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین عیسائیت سے نکلا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ یہودیت، مسیحیت اور اسلام سب ایک ہی خدا کے بھیجے ہوئے پیغامات ہیں۔ اسلام البتہ آخری اور کامل دین ہے۔ روحانیت اپنی معراج پر۔ یہاں جنت بخشش کے طور پر عطا نہیں ہوتی۔ ایمان اور البتہ اعمال کے نتیجہ میں ملتی ہے جس سے انسانیت کی بلکہ مخلوق کی بھلائی کا سامان ہوتا ہے۔ اسلام میں جھوٹ تلاش نہ کیجئے لیکن اگر آپ اپنے شوق اور جستجو کے خاطر اسلام میں جھوٹ ڈھونڈنے پر بضد ہیں تو سمجھ لیجئے کہ جو چیزیں آپ کی عقل اور دل میں کھٹک جاتی ہیں وہ رسول عربی کے ڈیڑھ دو سو تین

سو برس کے بعد آنے والے مذہبی پیشواؤں کے کارنامے ہیں۔ جھوٹے وہ ہیں، احسان فراموش، خوف خدا سے عاری، اپنی ذات میں بند انسانیت کے دشمن۔ یہ بعد والے لوگ ہیں ان کا سب سے بڑا جرم یہ ہے کہ انہوں نے تاریخ عالم کی عظیم ترین ہستی اور اس کے مقدس پیغام کے گرد اپنے چھوٹے دماغوں کی گھٹن پیدا کردی۔ دیکھنا ہو تو اسلام کی سچائی اور حسن کاریوں کو دیکھئے۔ مسلمان عموماً آپ کو اپنے دین سے اتن زیادہ محبت کرتے نظر آئیں گے جو مسیحیوں کو نصیب نہیں۔ آج ۱۸۴۰ء میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۲۰۰ء برس میں بعد بھی قاہرہ کی اندھیری رات میں جب چوکیدار پکارتا ہے۔ ''کون ہے'' تو مسافر یہ نہیں کہتا کہ میں فلاں ابن فلاں ہوں جواباً وہ کہتا ہے ''لآ الٰہ الا اللّٰہ ''اور فوراً چوکیدار کی تسلی ہو جاتی ہے۔ اسلام کی ایک خوبصورتی یہ بھی ہے کہ وہ جہاں جہاں جاتا ہے صرف برائی کو مٹاتا ہے۔ خوبی کو تر و تازہ اور شگفتہ رہنے دیتا ہے جیسے آپ گلاب کو سونگھتے ہیں تو آپ کا جی چاہتا ہے کہ اس کی ڈنٹھل اور ٹہنی کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ اس کی پنکھڑیاں سلامت رہیں۔

عربوں کو اسلام نے اندھیروں سے نکالا اور انہیں روشنی کی طرف لے گیا۔ میں تو یہ کہوں گا کہ عربوں کو پہلی بار اسلام نے زندگی عطا کی جب سے دنیا بنی تھی یہ غریب عرب چرواہے صحراؤں میں تہذیب کی نگاہوں سے اوجھل بھیڑ بکریاں چراتے پھرتے تھے۔ پھر ان ہی لوگوں میں انسانیت کا عظیم ہیرو پیغمبر نازل ہوتا ہے۔ دنیا کے نظر انداز کئے ہوئے یہ گڈریئے اور چرواہے دنیا پر چھا جاتے ہیں۔ تاج و تخت اور خزانے ان کی ٹھوکر میں ایک صدی نہیں گزرتی کہ اسی عرب کے ایک ہاتھ میں غرناطہ ہے اور دوسرے ہاتھ میں دہلی، ان فتوحات کے ساتھ صرف شجاعت ہی نہیں علم، عدل و کردار کی روشنی بھی ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ عرب نہ صرف خود چمک رہا ہے بلکہ اس نے ایک دنیا کو جگمگا دیا ہے۔ نظام محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایمان ایسی قوتیں اور برکتیں لے کر آتا ہے کہ دیکھتے دیکھتے ایمان لانے والے افراد کی اور قوموں کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور عربوں کی مثال ایسی نہیں کہ چمکتی ہوئی ایک چنگاری خشک ریت پر گر کر ٹھنڈی ہوگئی ہو۔ یہ مثال تو ایسی ہے کہ ایک مقدس شرارہ بجلی بن کر بارود کے ڈھیر میں آ گرا ہو اور پھر بارود کے اس ڈھیر سے ایسی آتش فروزاں ہوئی ہو جو دہلی سے غرناطہ تک زمین کو اور زمین سے آسمان تک فضا کو نورانی کر گیا ہمیشہ کے لئے۔ میرا عظیم ہیرو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن عبداللہ! آسمانی بہشت کی بجلی کا شرارہ دنیا کے لوگ جس کے انتظار میں تھے تا کہ وہ روشنی پائیں اور پھر قیامت تک دیئے سے دیا جلتا چلا جائے۔